

پندرہوڑہ معارف فخر کراچی

سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

ناصب مدیران: مفتی عظیم خاں، سید سعیج اللہ حسینی، نوپریون - معاون مدیران: غوث الدین، محمد عبید قادری

ڈی - ۳۵، بلاک - ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی - ۷۵۹۵۰

نوون: ۰۳۶۳۳۹۸۴۰ - ۰۳۶۸۰۹۲۰۱ (۹۲-۲۱)

مرتقبہ: www.irak.pk، وہب گاہ: irak.pk@gmail.com

- ۱ - معارف فیچر ہر ماہ کی کمک اور سولہ تاریخیوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے، جو اسلام سے وجہی اور ملت اسلامیہ کا در رکھنے والوں کے غور فکر کے لئے اہم یامغاید ہوتی ہے۔
- ۲ - پیش کیا جانے والا لوازم بالعموم بلطفہ شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کا انتخاب کی وجہ سے ہمارا اتفاق ہمیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی ملک تربیت یا اس سے اختلاف پیش کیا جاوے کو بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔
- ۳ - معارف فیچر کو ہر بارے کے لیے مفید معلومات کے حصوں یا ان کے ذریعہ تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقصد کیا جائے گا۔
- ۴ - ہمارے فرماں کروہ لوازے کے مرید، لیکن غیر تجارتی ابلاغ کی عام اجازت ہے۔
- ۵ - معارف فیچر کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ تاہم عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبل بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسروچ اکیڈمی کو اچھی

آسان نہیں ہے یہ دونوں ریاستیں طاقتور ہیں، جیلن طاقتور تجارتی معافی سیکورٹی کے ذریعے مارکیٹ تک رسائی پر پابندی لگائے گا جبکہ امریکا اپنے بینکاری نظام تک رسائی اور ڈارکی کمرشل لین دین سے فائدہ اٹھائے گا۔ لیکن کچھ حالات یہ واضح کر دیتے ہیں کہ موجودہ رسول میں کیا ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر تجارتی اصول طے کرنے کے لیے گیارہ ملکوں کے درمیان لین دین کی شراکت داری کے لیے جامع اور مسلسل تجارتی ترقی (CPTPP) کے معاهدے ہوئے ہیں، ان تجارتی معابدوں میں امریکا یا جیلن میں سے کسی کو بھی شامل نہیں کیا گیا۔ ان معابدوں کو تجارتی شبیہ کی طرح دوسرے شعبوں میں بھی قابل عمل بنایا جائے گا۔ علاقائی و جنپی کی بنیاد پر دوسرے ملکوں کو معابدے میں شامل کیا جائے گا، مشترکہ مسائل کی بنیاد پر اتحاد تفصیل دیے جائیں گے۔

سرد جگ کے دوران امریکا اور روس نے اپنے اپنے جدا گانہ بلاک تیوب دیے، جس کی وجہ سے نظری طور پر کچھ مقاصد تیوب پاگئے۔ ان مقاصد کی روشنی میں ایشیا کا "کل" طوضع ہو گا۔ خطے کے ممالک اپنی جگہ بیٹھ کے بینگ اور امریکا

اندرونی صفات پر:-

- جو باکیہن کا انتخاب اور پاکستان
- ایران کی قیادت میں عالمی سطح پر ابھرتا ہوا ترکی!
- ترکی - مغرب کشیدہ تعلقات اور نیو!
- امریکی اسسلط کا خاتمہ ہو چکا!
- اسرائیل کو منوانے کی مہم
- "اب تم کام کے نہیں!"
- جب تی آئی اے نے ایران کی جمہوری حکومت کا تحائف ادا
- بگلزار بان تحریک --- بگلزار کا نقطۂ آغاز

امریکا اور چین مقابلے سے دور ایشیا کا مستقبل

اختلاف کے باوجود ایک جیسے طریقے سے خطے پر اپاکٹنول کرنا چاہئے ہیں ان میں سے ہر ایک ایشیائی ملکوں کو اپنے ترجیحاتی اداروں، اپنی اقدار، اپنے معیارات قبول کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور یہی دونوں ملک ایشیائی ملکوں کو اپنے حریفوں سے سیکورٹی کے معاملات اور تجارتی اتحاد سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Evan A. Feigenbaum

بینگ اور اشتنکشن ایشیا کا معیار اور اس کے اصول طے کر رہے ہیں، لیکن خطے میں موجود ممالک خود اپنے مستقبل کی تشكیل میں صرف ہیں۔

ایشیا اس وقت جیز طور پر تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے لیکن خطے میں موجود دو طائفیں اپنا وجود کمزور کر رہی ہیں، امریکا اور جیلن ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں، ۱۸۰ TSMC کی پیمانے پر کے طور پر امریکا نے تایوان کی چپ ساز سیکپنی پر ہائی ٹیک درآمدی کٹنول نافذ کیا تاکہ جیلن کی کمپنی میں یہ زر ہے اور اب یہ جیو پلٹیکل کی سطح پر آ کر کرونا وائرس و سیکیں کی جگہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔ کرونا کی عالمی وبا نے اس مسئلے کو مزید پچھے ہنڈایا ہے، جیلن اور امریکا ایک دوسرے کی نہ مت کرنے اور ایک دوسرے پر تجارتی بد عنوانیوں کا الزام لگانے میں صرف ہیں۔ ایشیا کے دوسرے ممالک جیلن اور امریکا کو اس خطے میں تیزی سے بگاڑ پھیلاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، یہ دونوں ممالک اس خطے میں جاہی پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن چکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایشیا کا مستقبل جیلن کی اقدار و ثقافت سے مشروط نہیں جیسا کہ امریکا کا راتا ہے کہ جیلن اپنے مستقبل کے خدوخال اس خطے میں ڈھونڈ رہا ہے۔ ایشیا کو تقسیم در قسم کے غل سے گزار کر اتحادیوں میں رو بدل کے ذریعے اور ایشیا کے ملکوں کے معیارات، اصولوں اور اقدار میں الجھن اور مایوس بیدا کر کے اس خطے کا پس زیر ایش کیا جا سکتا ہے۔

ہماری وہب گاہ دیکھیں: irak.pk

ستم ظریفیا یہ ہے کہ امریکا اور جیلن نظریاتی اور تزویریاتی

گرگئی تھی۔ مغربی مارکیٹ اور دارالحکومت پر ایشیائی احمدار کی ایک طویل بحث اپنے اختنام کو پہنچی ہے لیکن اب یہ معیشتیں خطے کی برآمدات کے لیے کوئی غیر مناسب مطالبة کرنے کی اہل نہیں ہیں، ایشیائی خود مختاری اور غنی فنڈ تیزی کے ساتھ ایک درمرے کو سرمایہ فراہم کر رہے ہیں۔

ترقی کرتے ہوئے شعبوں میں ایشیائی کی معیشت ایک بڑے صارف کے طور پر موجود ہے، ان شعبوں میں قدرتی گھس، خزریہ کا گوشت، لکھی اور سویا میں شامل ہیں۔ ایشیا ب صرف وصول کنندہ نہیں بلکہ ایک سرمایہ کاری کا ذریعہ بن چکا ہے، جیلیں نے بیٹ روڈ منصوبے کے ذریعے سرمایہ برآمد کرنے کے لیے اپنی خواجہ پالیسی کو ایک نئی شکل دی ہے اور واشنگٹن اس سے سفارت کرتا ہے۔ جاپان، چین، جنوبی کوریا اور دیگر ایشیائی ریاستوں سے آئے والاسرمایہ خطے میں پیداوار اور معیشت کے نئے نئے موقع بنا رہے ہے۔

اسی دوران ایشیا ایک اہم تری ہوئی طاقت ہے، اس میں بھارت بھی شامل ہے، لیکن مغرب کی فن تعمیر کے مقابلے میں ایک ایشیائی کا پاس دو رائے کم ہیں گرچہ کچھ جیلیں اور بھارت دونوں نے ای آئی آئی بی میں شمولیت اختیار کی اور جیلیں نے ڈولپیٹسٹ بینک کا بانی رکن بھی ہے اس کے باوجود بھارت پر جیلیں کے تحفظات بھی موجود ہیں۔

قصادم کا تابولہ

تیزی سے وقوع پذیر ہونے والی ان تبدیلیوں کے باوجود یہ بات ہر ان کن نہیں ہو گئی کہ اگر کوئی ایشیائی ریاست امریکا کی ایشیا پالیسی میں اپنی وچھی کا اعتماد کرے۔ جیلیں بھی امریکا کی طرح اسٹریچ گل طیا کر رہا ہے، جیلیں اپنے پڑوی ممالک کو امریکا کے ساتھ تعاون پر سخت دھمکیا دیتا ہے، اس کی وجہ سے خطے میں جیلیں کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ مثال کے طور پر جنوبی کوریا نے تھامیز اکل کا نظام متعارف کروایا تو جیلیں نے اسے سڑاوی جس کی وجہ سے جنوبی کوریا نے ستمجوہ میں میز اکل کی تعیناتی شروع کر دی حالانکہ اس سے پہلے جنوبی کوریا نے تعینات نہ کرنے کی بیانی دہانی کروائی تھی۔

واشنگٹن کو ایشیا میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے لیکن ایشیا

سے ایمیدیں بھی ہیں کیونکہ یہاں اس کے کچھ مفادات پورے ہوتے ہیں۔ جیلیں کے بارے میں امریکی سیاستدان سخت رویہ رکھتے ہیں حتیٰ کہ کچھ ڈیکوریٹ ڈپ کے مقابلہ ہونے کے باوجود اس کی جیلیں پالیسی سے خوش تھے۔ جیلیں اور امریکا کا ایک درمرے کے ساتھ مخالفانہ روایہ بارک اور باکے دو میں بھی نظر آیا تھا جب ۲۰۱۵ء میں ڈائن سپیسیک منصوبے سے خطاب کرتے

ہیں اور ایشیا کی ٹیکنیکیں قوموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جاپان کے امریکا سے ایشیا میں اس کی موجودگی سے متعلق اس کی منصوبوں کے باوجود طویل عرصے سے تعلقات ہیں، امریکی افواج جاپان میں موجود ہیں اور وہ امریکا کی طرح چین پر اپنے شبہات کا اعتماد بھی کر جا ہے اور وہ امریکا کا اتحادی بھی ہے، لیکن اس پر بہت زیادہ تجزیے موجود ہیں کہ دوریاں جیلیں کے نئے پان ایشیا منصوبوں کی سر برداشتی کر رہی ہیں اور ان میں ایک جاپان ہے۔ امریکا یہ کہہ جکا ہے کہ پان ایشیا منصوبہ پر صرف اور صرف جیلیں کی ایسا پر تیار کیا جا رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے تو یوں ہی سب سے پہلے اس منصوبے کو پیش کیا، امریکی مخالفت کے باوجود ۱۹۹۶ء میں جاپان نے ایشیا مانٹری فنڈ قائم کرنے کی تجویز پیش کی، امریکا کے دباؤ پر اس منصوبے پر کام شروع نہیں کیا جا سکا لیکن اس کے نتیجے میں ایشیا کی واحد کرنی وجود میں آئی، جس کی وجہ سے ایشیا کرنی کے تبادلے اور تجارتی منصوبوں کا آغاز ہوا اور یہ صرف جاپان ہی نہیں تھا بلکہ ۱۹۹۰ء میں ملائیشا کے وریا نظم مہاتم محمد نے ڈیم آن آر ٹیبل کے نام سے ایسٹ ایشیا کنائک گروپ کی تجویز پیش کی تھی۔

ایشیا میں حالیہ تباویز کے تحت ۱۹۸۷ء میں ایشیا ایشیا عمل میں آیا ہے، اس کا نام ساٹھ ایسٹ ایشیا نیشن ہے۔ اس تجویز میں خطے میں جامع معاشر اسٹریکٹ اور پان ایشیا تباویز کے کامیابی حاصل کی ہے۔ امریکا اس بینک کا مقابلہ نہیں ہے لیکن وہ مسلسل اس میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے، نئے بینک کو کوڑے دان میں ڈالنا اور اتحادیوں پر اس بینک سے دور رہنے کے لیے دباؤ ڈالنا جب کہ اتحادی اس دباؤ کو قبول کی جائیتے ہیں۔ امریکا بھی یہی علیحدی دہرا رہا ہے جسیں اس نے جیلیں بیٹ روڈ منصوبے کی مخالفت کر کے کی تھی، بجائے اس کے کہ امریکا جیلیں سے قرضے لینے میں دوسرے ملکوں کی مدد کرتا اس نے جیلیں کی کرنی کا مکمل بائیکاٹ کر کے تمام ملکوں کو ناکامی کی طرف دھکیلا۔

اکھی بینک واشنگٹن اپنی غلطیوں سے سیکھنے کو تیار نہیں ہے، امریکا کا کہنا یہ ہے کہ جیلیں پان ایشیا کنائک ایڈن اسٹریٹ نیشن کو بڑے بیانے پر تغیر کرنا چاہتا ہے اور وہ اسے جیلیں کے دباؤ پر ایشیا کی تکروی قرار دے رہا ہے، امریکا کا جیلیں پر یہ اسلام ہے کہ جیلیں کی وجہ سے ایشیائی ریاستی اور اسی اور اقدامات میں ہم آئنگی اور تعاون کی نفعا پیدا ہوئی ہے، تاہم عصر حاضر کے ایشیا میں علاقائیت کے ولادوں جیلیں کے علاوہ بھی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ایشیا کی علاقائیت کے مختلف ریگوں کے بجائے مشترکات پر ہم آئنگی پیدا کی جائے، پیریاں میں گھری تاریخی جزیں رکھتی

کے ماہین معاملات کو غور سے دیکھیں گے، اس کی روشنی میں اپنا ایجاد اٹے کریں گے اور پھر آپس میں ایشیا کی ترقی کے مقابلے طے کی جائیں گے۔

واشنگٹن اور چین ایشیا میں اپنا مستقبل برادری کی بنیاد پر نفع اور نقصان کے طور پر ترتیب دے رہے ہیں، لیکن ان کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ دونوں ہی اپنے اپنے فائدے کو بڑا چڑھا کر تاریخی مصالک نے خطے میں موجود ممالک کو سچی اور مضبوط بنیادوں پر اپنا مستقبل طے کرنے کے موقع قائم کیے ہیں۔ ابھرتا ہوا خطہ

بھارت، اندونیشیا، جاپان اور جنوبی کوریا جیسے کھلاڑیوں نے خطے میں اپنا مستقبل بنانے کا آغاز کر دیا ہے، ایشیا میں موجود کوئی بھی ملک جیلیں پر بھروسہ نہیں کرتا، لیکن ان ملکوں میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں کہ جیلیں کو نظر انداز کر کے امریکا کا طے شدہ مستقبل قول کر لے۔

درحقیقت ان دو دہائیوں کے دوران ایشیا نے اپنے معاملات اور احوال سے امریکا کو باہر کال دیا ہے، جب کہ امریکا نے حتیٰ الامکان ایشیا میں اپنا وجود برقرار کر کے کوشش کی ہے۔ اس دوران جیلیں نے ۲۰۱۳ء میں ایشیا اسٹریکٹ بینک کے تباویز کے کامیابی حاصل کی ہے۔ امریکا اس بینک کا مقابلہ نہیں ہے لیکن وہ مسلسل اس میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے، نئے بینک کو کوڑے دان میں ڈالنا اور اتحادیوں پر اس بینک سے دور رہنے کے لیے دباؤ ڈالنا جب کہ اتحادی اس دباؤ کو قبول کی جائیتے ہیں۔ امریکا بھی یہی علیحدی دہرا رہا ہے جسیں اس نے جیلیں بیٹ روڈ منصوبے کی مخالفت کر کے کی تھی، بجائے اس کے کہ امریکا جیلیں سے قرضے لینے میں دوسرے ملکوں کی مدد کرتا اس نے جیلیں کی کرنی کا مکمل بائیکاٹ کر کے تمام ملکوں کو ناکامی کی طرف دھکیلا۔

اکھی بینک واشنگٹن اپنی غلطیوں سے سیکھنے کو تیار نہیں ہے، امریکا کا کہنا یہ ہے کہ جیلیں پان ایشیا ایڈن اسٹریکٹ نیشن کو بڑے بیانے پر تغیر کرنا چاہتا ہے اور وہ اسے جیلیں کے دباؤ پر ایشیا کی تکروی قرار دے رہا ہے، امریکا کا جیلیں پر یہ اسلام ہے کہ جیلیں کی وجہ سے ایشیائی ریاستی اور اسی اور اقدامات میں ہم آئنگی اور تعاون کی نفعا پیدا ہوئی ہے، تاہم عصر حاضر کے ایشیا میں علاقائیت کے ولادوں جیلیں کے علاوہ بھی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ایشیا کی علاقائیت کے مختلف ریگوں کے بجائے مشترکات پر ہم آئنگی پیدا کی جائے، پیریاں میں گھری تاریخی جزیں رکھتی

ایشیائی ریاستیں باہمی اتفاق رائے سے بھیگ کو اس منصوبے سے الگ کر دیں گی، اگر خطے کی ترقی کے لیے کام نہیں کیا گیا تو امریکا اور جیلین دنون کو ہتھی اس منصوبے سے نکال دیا جائے گا اور اس کے بعد ایشیائی کی دوسری ریاستیں خطے کا مستقبل طے کریں گی۔ (ترجمہ: سمیع ختن)

"Asia's future beyond U.S.-China competition".
("carnegieendowment.org". Sept. 9, 2020)

•

Bob Woodward لکھتا ہے کہ پاکستانی صدر سے ملاقات میں اس وقت کے امریکی نائب صدر جو باہمیان نے انگان جنگ کو اپنی جنگ قرار دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی مدد کے بغیر انگان

مسئلہ کا حل ممکن نہیں ہے۔ جو باید ان نے امریکی فتح کو پا کتنا فتح
تعاون پر بنی قرار دیا اور یہ باور کر لیا کہ اگر طالبان اور القاعدہ
پا کستانی سر زمین کو استعمال کرتے ہوئے افغانستان میں امریکی
فوج پر حملے کریں گے تو امریکی taxpayer کس صورت

پاکستان کی مالی امداد کی اجازت دیں گے۔ جو بائیڈن نے القاعدہ کو پاکستان کا مسئلہ قرار دیا، جبکہ پاکستان نے ہمیشہ اس سخت موقف کی فہری کی۔

مگر اب خطہ میں بڑی تبدیلیاں رونما ہو گئی ہیں، جیلیں کا one belt one road اور دو حصے معاپدہ ایک زندہ حقیقت ہے۔
جو باسیں ان اس صورت حال میں حکمت عملی، امریکی مفاہمات کو مد نظر رکھتے ہوئے تکمیل دس گے۔ اگر جو باسیں دن کو محسوس ہوا

کے امریکی مفادات کو افغانستان سے خطرے کا سامنا ہو سکتا ہے تو ایک بار پھر پاکستان پر مزید دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ امریکی شرکاء کو اس جنگ کا اختتام کروائے۔ جو باقیاندن جیں کوئی کلی چھوٹ نہیں دے گا، وہ ٹرمپ کے مقابلے میں جیں کے لیے جو بدختی ثابت ہوں۔ گے، اس صورت میں کامیاب رکھتے ہوئے

اس بات کا قوی امکان ہے کہ امریکا افغانستان میں اپنی

اسٹریچک موجودگی برقرار کئے۔

اپنے نائب صدارت میں اور میسیٹ پریمیر فاران ایکر رکھیں، جو ہائیکور کے خلاف اور بیانات امریکا کے مستقبل کے حوالے سے حکمت عملی سمجھنے میں مدد و گاری روکتے ہیں۔ یہیں

اپنی حکمت عملی خصوصی طور پر افغانستان کے حوالے سے بہت

مختاطرہ کرنانا ہوگی۔ اس صورت حال میں کسی بھی قسم کے

ٹارس سے پہنچنے کے لیے طاقت میں وارن وورر ار رہا ہوا اور یہ اسی وقت تکن ہو سکے گا، جب ایک مضبوط اتحاد امریکا کے

جواب میں قائم ہوگا۔ (ترجمہ: حافظ محمد نویں لون)

سے معاملات طے کریں گے، اس کی ایک سانسی کی مثال ڈیٹا گورنمنس کی ہے ٹوکیو سے لے کر نی دلیل تک ہر دارالحکومت میں مقابلے کی ایک فضائیں رہی ہے، ایشیائی ممالک ایشیا کو مقابلے کی اس دوڑ میں آگے دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کوششیں صحت عامہ، ڈیٹا ایمکس اور ڈیٹا ٹرانسفر کے شعبوں میں آگے بڑھنے کا ذریعہ ہے، مختلف ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ اگر کسی پولی پیپلی کی بات کی جائے تو ریاستیں اپنے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے طریقے ہوئے اپنا مانے کہ ”پھیل اپنے اصول طے کرنے ہوں گے اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر جیں یہ کام کرے گا۔“ کرونا نے مشکلات بڑھائی ہیں، پاسی میں صحت عامہ کے مسائل اور معافی مسئللوں کے باوجود جیں اور امریکا کے درمیان تعاون کی فضا کبھی قائم نہیں ہو سکی۔ اگر یہ بگ اور واشنگٹن مسائل کے حل کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے تو ایشیائی ریاستیں اپنے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے طریقے

جو پائیڈن کا انتخاب اور یا کستان

ٹرمپ کی پاکستان، مسلمانوں اور پہاڑ گزینوں کے حوالے کا رڑنے واضح کیا تھا کہ وہ خلیج فارس میں کسی بھی قسم کے پروگریم سے سخت پالیسی کی وجہ سے جو بایدِ دن کی حق اگر تمام نہیں تو اکثر دباؤ یا قبضے کو امریکی مفاداٹ پر حلہ شمار کریں گے اور ہر ممکن پاکستانیوں کے لیے خوشی کا باعث نہیں تو جہاں ٹرمپ کی بخشش کی طریقے سے اس کو ناکام بنایا جائے گا، اگر اس کے لیے ان کو بارہا دو جو ہاتھ میں مگر ہمیں پاکستان کی بہتری کے پیش نظر، فی فوجی کارروائی بھی کرنی پڑے۔

الغور کو ختم کرے تاکہ میری کردار میں خاتمه ہے۔ (Ronald Reagan)

اعلور کوئی سمجھ رائے قائم نہیں کریں گا یہ۔
 معروف امریکی صدر رونالد ریغان (Ronald Reagan) سے اسکا ٹکرایہ ہے۔

پہلے میں اسے جو روشن دیکھا تھا پس درجہ یقین سے رواں میں
سے امریکی صدارت کی کرسی پر بیٹھاں صدر یا ڈیموکریٹ ہمدر
مودر رہی، اس دور میں صرف سوہیت ایک کوم کرنے کی حکمت
کے آنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تاریخ بھاتی ہے کہ ریاستی مفادہ،
عملی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے سوہیت مفادات کو
ریاستوں کی پالیسی کی تفہیل میں سب سے اہم کروادا کرتے
تفصیل پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اسی حکمت عملی کی وجہ سے
بیان نہ کر نظریاتی اساس یا انسانی حقوق۔ ریاستیں اپنے نوادرانہ کی
افغان کیونٹ حکومت کے خلاف ”مقدس جہاد“ ہوا اور مشترک
مفادات افغان خالق اسلام اور اسلام کا کوئی میرے بر لے آئے۔

امریکا جو بڑا ہر تو جمہوریت کو اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد کا دعویٰ ہے امریکا کا صدر جارج بуш (George Bush) نے اپنے آٹھ سالہ دور صدارت میں جو خارجہ حکمت عملی تکمیل وی، اس میں ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے تکمیل دی جاتی ہے۔ امریکی نائیں المیون ٹولون کا بڑا اثر تھا، اس حکمت عملی کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ دشمن گروہوں کو پناہ اور کسی بھی قسم کی مدد کرنے والے کو بھی خارجہ پالیسی کو تھکنے کے لیے مختلف ادوار میں یہ تاریخی حکمت عملی دشمنوں کو میں، شمار کہا جائے گا، اکی نظریہ کو جائز نہ کر سمجھتے کار آئندے۔

امریکا کے پانچویں صدر جیمز مونزو (James Monroe) افغانستان پر حملہ کیا گیا۔

لئے دو ٹوک الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ امریکا ہمہ یورپی صالوں کے عظیم سر قدماء کی ایک ایجاد میں کام کرے گا۔ لیکن یونیورسٹی

ویرا م امریکا پر بھرپور رلے دے گا، اس سعیت کی وجہ سے امریکا کی براعظم میں بالادستی قائم ہو گئی۔

(Henry Truman) نے کیوں نہ کر سکتے۔ اوباما کی پاک افغان حکومت علی میں پاکستان اور

عام ہر طرح کی مدد کا اعلان کیا، یہ حکمت عملی سو بیت یونین کے افغانستان کو الگ الگ ریاستیں تو تسلیم کیا تھا اور اب اما
بیان کرنے کے لئے اس کے لئے ۶ شکل کا اعلان کیا گیا۔

امروز مرےے میں دی دی۔ اس خانہ میں سرپریس دوڑوں واپسی میں اس کا سامنا۔ اسے امریکی صدر جی کارٹر (Jimmy Carter) نے مشرقی وسطی، ساتھ ساتھ تجھیں پر بھی نظر رکھنا مطلوب تھی، Woodward کے

جہاں موجود تیل کے ذخیرے امریکا کے لیے بہت اہمیت کے مطابق خارجہ پالیسی کے نفاذ میں جو ہائیڈن کو کلیدی حیثیت

ایردو ان کی قیادت میں عالمی سطح پر ابھرتا ہوا ترکی!

بعد ترکی آذربائیجان کی جانب سے گورنر کاراباخ پر قبضے کی منصوبہ بندی اور مدد کرنے میں شامل تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے لیبیا میں سب کچھ ہوا ترکی کے ڈروز اور شام سے لائے گئے جنگجوؤں نے آذربائیجان اور آرمینیا کے مابین گورنر کاراباخ پر لڑائی میں اہم کردار ادا کیا۔

مشرقی بحیرہ روم میں ایردو ان نے وسائل کی تلاش میں یونان اور قبرص کے اکنا مک ڈروز میں ترک بحریہ کے تحقیقی جہاز بھیج کر ان کی خود مختاری کو چلتی کیا۔ یہاں تک کہ ایردو ان کو یورپی دہا و پر پابندیوں سے بچنے کے لیے یونان کے ساتھ مذاکرات کی حادی بھرنی پڑی۔ جس کے بعد انہوں نے مغرب کے اتفاق رائے کو درکرتے ہوئے بحیرہ آنجلیہ میں تحقیقی جہازوں کی واپسی کا حکم دے کر جارحانہ حکمت عملی اختیار کی۔ اپنی دشمنی کی تاریخ کے باوجود ایردو ان نے فرض کر لیا کہ نیٹو کے دیگر ممبران بحریان کے خاتمے کی کوششیں کریں گے اور اس دوران وہ بحیرہ روم میں اپنی پوزیشن کو مستحکم بنانے کا موجودہ صورتحال کو تبدیل کر دیں گے۔ ان تمام معاملات میں ایردو ان کو ترکی کے اندر بھر پور حمایت حاصل ہے، وہ ترک قوم پرستی کو فروغ دے کر اپوزیشن کو بے اثر کرنے میں کامیاب رہے، مقامی میدیا پرے پیانے پر ان کی کامیابیوں کی تعریف کرتا ہے، ترکی میں ایک بار بھر طاقتور بن کر ابھرنے کا عنوانی سلطنت کے دور کی یاددازہ کرنا چاہتی ہے۔ فرانسیسی صدر ایمان انول میکرون کے مطابق ترکی ماضی کے خیالی تصورات میں گھرا ہوا ہے۔

ایردو ان کی خواجه پالیسی کا سب سے حیرت انگیز مور امریکا اور نیٹو کی زبردست خلافت کے باوجود رومنی سے ایس ۲۰۰۰ء اشتہی ایزیر کرافٹ میراکل خریدنا تھا، نیٹو اور امریکا نے بار بار منصب کیا کہ اس خریداری سے روپنگنیں کو امریکی ساختہ ایف ۳۵ جنگی طیاروں تک رسائی اور کشیر القومی کنورشیم میں ترکی ایف ۳۵ طیاروں تک رسائی اور کشیر القومی کنورشیم میں اپنی جگہ کھو دے گا، لیکن پھر بھی ایردو ان نے ڈھانی ارب ڈالر کے میراکل نظام کی خریداری کی اور ایف ۳۵ پروگرام سے آئندہ ہونے والی اربوں کی آمدنی چھوڑ دی۔ جبکہ ایس ۴۰۰ء نظام کی بھی فعال نیٹیں ہو سکا ہے۔ حال ہی میں ترکی نے پہلی بار میراکل سشم کا تجربہ کر کے کھلے عام و اشکنیش کو چلتی کیا اور امریکی پابندیوں کا خطرہ ہوں گے۔ ایس ۴۰۰ء کی خریداری نے

بڑوں کے علاوہ بھی ہے۔“ ان کا اشارہ اقوام متحدہ کی سلامتی کو نسل کے پانچ مسئلے اور کان کی جانب طاقت کے طور پر سامنے آیا ہے، جو فرانس اور امریکا جیسے طاقتور ملکوں کو کلے عالم چلتی کر رہا ہے۔ نیٹو میں امریکا کے بعد دوسرا بڑی فوج رکھنے والے ترکی نے کتنی خطرات مول لیے ہیں۔ شام، عراق، جنوبی فلسطین، لیبیا اور مشرقی بحیرہ روم کے علاقوں میں ترکی صورتحال کو اپنے حق میں کرنا چاہتا ہے۔ یہ طرز ترکی کی خواجه پالیسی میں بنیادی تہذیبوں کی نشاندہی کرتا ہے، ماضی میں ترکی نے یورپی مہم جوئی کو کلہ طور پر ترک کر دیا تھا۔

جدید ترکی کی قیادت کرنے والے رجب طیب ایردو ان ۲۰۰۳ء میں وزیر اعظم بننے، وہ اس منصب پر ۲۰۱۲ء تک فائز رہے، جس کے بعد بطور صدر رہہ ملک کی قیادت کر رہے ہیں۔ ان کی قیادت میں ترک خواجه پالیسی کی دو بنیادیں ہیں، ایک ترکی کو فاتحہ بناتے ہوئے خود کو عالمی رہنماء کے طور پر پیش کرنا۔

دوسرا ایک فعال خواجه پالیسی اپناتے ہوئے اپنی حکومت کو اندر ہوتی طور پر مستحکم رکھتا۔ ایردو ان اور ان کی جمیں ایڈڈ ڈیلپہٹ پارٹی نے ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں ۲۳ فیصد ووٹ لے کر اقتدار حاصل کیا۔ ابتداء سے ہی اے کے پی حکومت کو اسلام پسندی کی وجہ سے سکیور اش رافیہ اور فوج نے جنگ و شبہ کی نظر سے دیکھا، ابتداء میں پارٹی نے انسانی حقوق اور آزادی صحافت کے حوالے سے بھتری اور سول سوسائٹی کو طاقتور بنانے کے لیے تحریک کر دیا کیا۔ تاکہ ترکی کی طاقتور فوجی اش رافیہ کے مقابلے میں یورپ اور مغرب میں زیادہ مقبولیت حاصل کی جائے۔ جمہوری راست اخیار کرنے کے کچھ اضافی فوائد بھی ہوئے، جس میں اسلامی تقویٰ اور جمہوری بیانیے کی آیمیزش کی گئی اور تماں گیا کہ اسلام اور جمہوریت ساتھ میں مل سکتے ہیں، جس نے مشرق وسطی کے شہریوں کو اپنی گرفت میں لے لیا، ترکی کو ایسی مقبولیت پہلے بھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

ایردو ان اکٹھ و ولڈ آرڈر کو نا انصافی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف تحریک رہے ہیں، ان کی خواجه پالیسی کے گرواحمد داؤ داؤ غلو، جن کو گرگشہ بر س پارٹی سے نکال دیا گیا، نے ”ترکی کو مرکزی طاقت بنانے“ کا خیال پیش کیا تھا، جس کا مقصد اس خطے اور اس سے آگے ایک بار بھر کردار ادا کرنا تھا۔ جس کے بعد ایردو ان نے کہنا شروع کر دیا کہ ”دنیا پانچ

ترکی - مغرب کشیدہ تعلقات اور نیوٹو!

Antoine Got

نہ کرنے پر یورپی یونین پر شدید تنقید بھی کی ہے۔ یورپی یونین کے برکش نیوٹو میں بات چیت بند دروازوں کے بیچھے کی جاتی ہے اور اختلاف رائے کی بحیریں باہر نہیں آپتی ہیں۔ اصولی طور پر کوئی بھی رکن ملک اتحاد کی اہم پالیسی یا اقدام کو روک سکتا ہے۔ پچھلے سال بخروں کے مطابق نیوٹو سربراہی اجلاس میں ترکی نے بالٹک ریاستوں اور پولینڈ کے خلاف روسی جارحیت سے تحفظ کے اہم دفاعی منصوبے کو روکنے کی دھمکی دی اور اتحادیوں پر دباؤ ڈالا کہ کردیلیشا کو دھشت گرد تنظیم قرار دیا جائے، حالانکہ نیوٹو مالک کے کردیلیشا سے تعلقات ہیں۔ اسی طرح کچھ سال قبل جب آسٹریا نے یورپی یونین کی ممبر شپ کے حوالے سے انقرہ سے بات چیت متعطل کرنے کا مطالبہ کیا تو ترکی نے آسٹریا کے ساتھ نیوٹو کے تعاون کو دیکھ کر دیا۔ اگرچہ دونوں معاملات بات چیت کے بعد طے کر لیے گئے، لیکن یہ صورتحال اتحادیوں کے درمیان بڑھتے اختلافات کو ظاہر کرتی ہے، جو بات چیت کے ماحول کو خراب کر رہی ہے۔ ترکی کے خراب رویے کی وجہ سے نیوٹو ارکان کا اپنے اتحادی کے ساتھ کام کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

۲۰۱۱ء میں عرب یہاں کے بعد ترکی کی سیکورٹی کے لیے چیلنج میں ہٹھنے لگے اور یہ تاثر بھی گھرا ہو گیا کہ انقرہ کے اہم سیکورٹی مفادوں کے تحفظ کے لیے مغربی اتحادی قابل اعتبار نہیں ہیں، جس میں یورپی یونین کا کرن بننے کے لیے بات چیت کا عمل روکنا، امریکا کی جانب سے مشرقی وسطی کے حالات سے لا تخلقی، کردیا غیوب کی حمایت کرنا اور فتح اللہ گولن کی حوالی سے انکار کرنا شامل ہیں۔ فتح اللہ گولن کو ۲۰۱۲ء کی بغاوت کا ماضی مانگنے کو دیا جاتا ہے۔ اس صورتحال نے واضح کر دیا کہ ترکی کی سلامتی کے لیے انقرہ کو خود اقدامات کرنے ہوں گے اور ایک مقسم اور ناقابل اعتبار مغرب پر بھروسہ غلط فیصلہ ہو گا۔ جمیع طور پر ان عوامل نے انقرہ پر نیوٹو کا اثر و سوخ ختم کر دیا ہے۔ ترکی نے شام میں اپنے کلیدی کردار اور خطے میں جعفر افیانی برتری کی وجہ سے یورپ میں پناہ گز نیوٹو کی آمد کے دباو کو کم کیا۔ نیوٹو کی نظر میں ترکی جنوبی سرحد کا محافظ ہے۔ اسی لیے ترکی نے پولینڈ اور بالٹک ریاستوں کے تحفظ کی حمایت کے بد لے اتحاد کو اپنے دفاع کے لیے زیادہ مدد فراہم کرنے پر مجبور کیا۔ ترکی اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ رہا تھا۔ ترکی میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ چالیس لاکھ پناہ گزین موجود ہیں۔ یہی بات برسلز کو انقرہ کی بات سننے پر مجبور کرتی ہے، کیوں کہ ترکی دھمکی دے چکا ہے کہ وہ مهاجرین کے لیے

کر رہے ہیں۔ دونوں نیوٹو اتحادی شام، لیبیا، ٹگورنو کاراباخ کے معاملے پر لفظی جنگ لڑاتے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے

تازہ ترین تازع فرانس کے صدر میکرون کی جانب سے تو ہیں آمیز کارٹوں بنانے کا دفاع کرنا ہے، جس کا جواب ترک صدر نے فرانسی مصنوعات کا بایکاٹ کرنے کا مطالبه کرتے ہوئے دیا۔ اس صورتحال میں نیوٹو اتحاد کے اندر تاؤ اور الجھاو بڑھتا جا رہا ہے۔ یورپی اتحادیوں کو اس بات سے مایوی ہے کہ ترکی علاقائی سٹھ پر جارحانہ انداز اختیار کرتا ہے اور کوئی اقدام اٹھانے سے قبل مشورہ نہیں کرتا۔ ۱۹۵۲ء

میں اس اتحاد میں ترکی کا بھیش ایک مفرد کردار رہا ہے۔ اس کا جنم، فوجی وسائل اور ایشیائی طبقہ پر کلیدی حیثیت ترکی کی اہمیت کو بڑھاتی ہے۔ مشرق و سطی میں بھی ترکی کو اسٹریٹجی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ ترکی اور نیوٹو کے تعلقات اکثر

کشیدہ رہے ہیں، لیکن خاص کر ۲۰۱۶ء میں ترکی میں بغاوت

کی کوشش کے بعد تو حالات بدتر ہیں ہوتے چلے گئے ہیں، جس کے نظرناک نتائج بھی ہو سکتے ہیں۔ اس پس منظر میں نیوٹو اپنے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ارکان کے گزرنے ہوئے تعلقات درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے سیکورٹی مفادوں کو کوئی جہت دینی چاہیے، تاکہ اتحاد میں ہر یہ دروازوں سے بچا جاسکے۔ جب بھی تاؤ بروحتا ہے تو نیوٹو کے ایک اتحادی طرح عمل کرنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے، کیوں کہ اتحاد کے اصولوں کے مطابق اتفاق رائے سے فیصلہ سازی کرنا ضروری ہے۔ نیوٹو کے ہر فیصلے میں اتحادیوں کی اجتماعی خواہش کا اطمینان ہوتا ہے، جس سے مطابق نتائج کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

اقوام کے درمیان ہائی دیپھی کے امور پر بات چیت ایک چیزیہ عمل ہوتا ہے اور خارابی یہ ہے کہ نیوٹو کے ہر کوئی بھی معاملے میں نیوٹو کے کا حق دیا گیا ہے۔ ریاستیں اس حق کو تو قومی مفادوں کے حصول کے لیے استعمال کر سکتی ہیں۔ یورپی یونین کے اندر بھی یہ مسئلہ ہے کہ ہر چیز اتفاق رائے سے پر پانہ دینے کی تھی، جب فرانس نے بیماروں کی حکومت طے کی جائے گی۔ حال ہی میں قبریں نے بیماروں کی حکومت پر پانہ دینے کی حمایت سے انکار کرتے ہوئے پہلے ترکی کے خلاف پانہ دینے پر اصرار کیا ہے۔ قبریں نے بھیرہ روم کے پانہ دینے کی تھیں میں سے دو نوں ممالک لیبیا میں مختلف فریقوں کی حمایت

آج نیوٹو کو سب سے بڑا چیلنج روس سے نہیں بلکہ اپنے ارکین کی جانب سے دریش ہے۔ ترکی اور متعدد یورپی اتحادیوں کے درمیان تازعات ایک بار پھر عروج پر ہیں، جس کی وجہ سے تنقیم کی اجتماعی فیصلہ سازی کی صلاحیت بُری طرح متاثر ہو رہی ہے، اگر ان مسئلک کو بروقت عمل نہیں کیا گیا تو دنیا کے طاقت اتحاد کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔

تازہ ترین واقعہ ترکی کی جانب سے آذربائیجان کی جانب سے ٹگورنو کاراباخ پر قبضے کے لیے جنگ کی کھلی حمایت کرنا ہے۔ یہ جنگ روس کے زیر سر پست ایک معاملہ کے بعد ختم ہوئی۔ اس جنگ میں ترکی کی جانب سے فوجی امداد اور شامی جنگوں بھیج گئے، اور اپنے نیوٹو کے اتحادیوں کو صرف دکھانے کے لیے معاملے کے پُرانے حل پر زور دیا گیا۔ معاملہ کے نتیجے میں آذربائیجان کو تازع خطے کا قابل ذکر علاقہ حاصل ہو گیا۔ ترکی فاتح بن کر اہمرا اور اس کے مغربی اتحادیوں کا کردار محدود ہو گیا۔ یہ واقعہ اونٹ کی کمر توڑنے کے لیے آخری میکھ کا کردار ادا کر سکتا ہے۔

مغرب کی اپنے نیوٹو اتحادی سے شکایت بڑھتی جا رہی ہے۔ پچھلے ماہ ترکی کی جانب سے گیس کی حاش کے لیے مشرقی بھرہ روم کے تازع علاقوں میں بھری جہاز بھیجنے سے یونان سے نکراو کا امکان خطرناک حد تک بڑھ گیا تھا۔ اگرچہ بعد میں ترکی نے اپنا جہاز واپس لے لیا، لیکن ترکی کی جانب سے تحقیقاتی سرگرمیوں کے لیے دوبارہ جہاز بھیجنے کے اعلان سے دونوں نیوٹو اتحادیوں کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہو گیا، جس پر یونان کی جانب سے پانہ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ آخر صورتحال اتنی دھماکا خیز کیوں ہو جاتی ہے؟ دراصل مشرقی بھرہ روم کی دریاستوں کے درمیان ۱۹۸۷ء سے قبریں کی تلقیم اور اس علاقے میں قدرتی وسائل کی دریافت پر تازع چلا آ رہا ہے۔ جون میں فرانس اور ترکی کے درمیان نوبت تصادم تک آ پکھی، جب فرانس کے جہاز نے لیبیا کو اسلحہ کی فراہمی پر اوقام تھدہ کی پانہ دینے کے تاظر میں ترک جہاز کی تلاشی لینے کی کوشش کی۔ انقرہ نے فوری طور پر فرانس کا دوسری مسٹر کر دیا۔ دونوں ممالک لیبیا میں مختلف فریقوں کی حمایت

چاہتا ہے تو یہی کامیابی کی کلید ہے۔ کسی بھی معاملے میں مشاورت کی کلیدی اہمیت ہے، لیکن نیٹو کو بات چیت کے نتیجے میں ہونے والے فیصلوں پر عمل کی راہ بھی خلاش کرنی ہوگی۔ اس اتحاد کو جایتو اور ذمہ دار کرنے کے گھوکلے بیانات سے آگے بڑھنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اس پڑوں میں جاری بحرانوں سے کس طرز مبتلا جائے۔ اس سے ترکی اور دیگر ممالک کے خلافیات دور کرنے میں مدد ملے گی اور اس پر ایک فونکر ملنے سے اتحاد میں مضبوط ہو گا۔

نئیو اب تک کی تاریخ کا سب سے کامیاب اتحاد ہے، اس کامیابی کو برقرار رکھنے کے لیے اتحادیوں کو شام، لیبیا اور فلکواز میں سکیورٹی معاہدات کے گمراوں کے باوجود منقوص موقف اختیار کرنا چاہیے، لیکن بدلتی سے ایسا ہونیں رہا۔ اگر ترکی اور غرب کے درمیان تعلقات تکمیل طور پر ٹوٹ چکوئے تو اس کا خسارہ ہو جاتے ہیں تو نئیو ممالک والٹشن معاہدے کے آرٹیکل چار کے تحت مشاورت طلب کرنے پر خود رکھ سکتے ہیں، جس کے تحت کسی بھی میر کی خود مختاری کو خطرے کی صورت میں مشاورتی اجلاس طلب کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ ترکی اور یورپ تعلقات کے تنازع میں آرٹیکل چار کو استعمال کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ ترکی پورے نیوی کی بھیت کے لیے خطہ بن چکا ہے، ویسے بھی ترکی کافی عرصے سے شام کے معاملے پر آرٹیکل چار کے تحت مشاورت کا مطالبہ کرتا رہا ہے، جس کے ذریعے نئیو کی جانب سے ترکی کی حمایت کا مظاہرہ کیا جاسکے۔ آرٹیکل چار کے تحت مشاورت کی بڑی سیاسی اہمیت ہو گی اور بدمعاش ریاستوں کو ایک واضح پیغام بھی بھیجا جاسکے گا۔ موجودہ صورت حال میں سفارتی کوششوں کی کامیابی کے ضروری ہے کہ دونوں فریقین بھیں کتنے بیان بازی اور پاہنڈیاں لگانے کی دھمکیاں قسم کو بڑھاوا دیں گی اور ترکی کا یہ خیال ہر یہ مضمبوط ہو جائے گا کہ اس کے یورپی اتحادی الفرہ کے خلاف تحریر ہو چکے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انقرہ خود کو محاصرے میں سمجھ کر مشرق کی جانب ہرید اتحادی تلاش کرے گا اور اتحاد اندرونی طور پر کروڑہ ہو جائے گا۔ یورپی ممالک کو چاہیے کہ وہ بھجوئے پر رضامندی ظاہر کریں اور ترکی کو بھیں دلائیں کہ اس کے تحفاظات کو دور کیا جائے گا۔ لیکن طور پر بھجھوتا دوسرے فریق کو بھی کرنا ہو گا۔ ترکی کو بھی بلاشبہ تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے اپنی خارجہ پا لیں گے کچھ بینا وی مقاصد سے بیچھے ہٹا ہو گا، جس میں غیر ممالک میں پر اکسیز کا استعمال ترک کرنا اور روس اور نیوی کے درمیان بر اور راست تصادم کا نتیجہ بننے

سے مزید دور لے جا سکتا ہے اور اتحاد کی فیصلہ سازی کی
صلاحیت کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ویسے روس اور ترکی
کے درمیان ویرپا تعلقات کا امکان کم ہی ہے، کیوں کہ تاریخی
ملوک پر دنوں ہماں لک کے تعلقات کم ہی ابھی ہے ہیں۔ حالیہ
تعلقات کی بہتری کی وجہ ترکی کی پرانے اتحادیوں کو چھوڑ کر
نئے دوست بنانے کی پالیسی سے زیادہ موقع پرستی اور کچھ
غافلادست ہیں۔ درحقیقت ترکی کا مسلسل چار جانہ رویہ روس
سے تباہیات کو بدھارتا ہے۔

ترکی کی جانب سے آذربائیجان نیچے گئے جنگجو روس کے ساتھ مسلح تصادم کا باعث بن سکتے ہیں۔ بہر حال اس صورت حال سے ہر ایک بچنا چاہتا ہے، کیوں کہ بہت کچھ داؤ پر گاہ ہوا ہے۔ زیادہ امکان بھی ہے کہ روس اور ترکی کی اتحادی بننے کے بعد یہ متواری تعلقات کو ترقی دیں گے۔ حالانکہ نیٹو کی ہمارا لک افقرہ اور ماسکو کے تعلقات کو شکو و شہادت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چونکہ ترکی اور یورپی یونین ایک صدرے کے غلاف سخت یا بازی کرچکے ہیں، اس لیے اس حکومان کے عمل کے لیے نیٹو سے بہتر کوئی پلیٹ فارم نہیں ہو سکتا۔ ترکی نیٹو کا رکن ہے اور اتحاد کے ارکان کے درمیان روزانہ کی نیڈا پر رابطے ہوتے ہیں۔ بہر حال یورپ اور ترکی کی بڑھتی کشیدگی کے ناظر میں نیٹو کو معاملات بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیوں کہ سفارت کاری کے ذریعہ اکثر کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے اتحاد کو اپنے مشاورتی عمل سے فائدہ اٹھانا چاہیے، تاکہ تمام ارکان ساتھ میں کرو قومی اور مشترکہ صفاتی کے امور پر بات چیت کر سکیں، جس کے ذریعے بڑے چینجنوں سے منٹنے کے لیے اتفاق رائے پیدا کرنے کا طریقہ کار بہتر کیا جاسکے۔ نیٹو کے سبکڑی نیز جنس اسلوٹن برگ کی جانب سے حالیہ اعلان کہ یونان اور ترکی کے درمیان فوجی تعاون سے بچنے کے لیے ایک طریقہ کار بنا لیا جائے گا، یہ سفارتی کوششوں کی کامیابی کی دردست مثال ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ممالک بھی تعلقات بہت زیادہ خراب کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ بہر حال یونان اور ترکی کے درمیان فوجی تصادم سے بچنے کا انتظام ترقہ اور یورپی ممالک کے درمیان سیاسی کشیدگی کو ختم نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے نیٹو کو بات چیت کے ایک فورم کے طور پر کام کرتے ہوئے کرواردا کرنا چاہیے اور جہاں رکن ممالک کی سیکورٹی کا معاملہ ہو، وہاں علمی اقدام بھی اٹھانے چاہیں۔ گریسکورٹی کی بلتی صورت حال میں نیٹو ایک کارآمد اتحاد بنارہنا

یورپ کے دروازے کھول دے گا جو کہ یورپ اور ترکی کے درمیان ہونے والے معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ ان دھمکیوں کے نتیجے میں انقرہ کی ممالک کی محابیت سے محروم ہو چکا ہے۔ ترکی کی جارحانہ حکمت عملی پلٹ کر خود اس کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے، جس کے نتیجے میں یورپ کی جانب سے پاندیاں لائی جاسکتی ہیں اور مشکلات کا شکار ترک معیشت حرید بہترین حالات سے دوچار ہو سکتی ہے۔ نیز کوئی اور چیز عقیم یورپ کی اسٹریٹجیک خود مختاری کے مطابعے سے ہے،

جس سے اتحاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے، یورپ اور اٹلانٹک کے بڑتے تعلقات کے پس منظر میں کئی رہنماؤں نے کھلے عام نیٹو کی افادیت پر سوال اٹھانے شروع کر دیے ہیں۔ اسٹریٹجیک خود ہماری کے اہم وکیل فرانس کے صدر میکرون نے لیبیا کو اسلامی کفر ہائی کے معاملے پر ترکی سے گمراوکے بعد نیٹو کو ایک ”مردہ اتحاد“ قرار دیا، جس کی وجہ سے وہ ترکی کی مہم جوئی کا راستہ بھی روک سکتے۔

اپنے حالیہ انترو یو میں آرمینیا کے صدر نے نیٹو کی ساکھ پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ اتحاد اپنے رکن کی تقاضا میں مداخلت روکنے میں ناکام رہا ہے۔ اگر نیٹو اپنے اندر وطنی اختلافات کی وجہ سے خرید مظلوم ہو جاتا ہے تو تنظیم کی افادیت پر ٹکلوک میں اضافہ ہو گا اور یورپی ممالک اس اتحاد سے بہت کراچی سیکورٹی کا بندوبست کرنے کے لیے خرید محرک ہو جائیں گے، جس کے نتیجے میں یورپی ممالک کی جانب سے ترکی کو باہر رکھ کر دیگر زیادہ قابل اعتبار ممالک سے سیکورٹی کے حوالے سے معاہدے کیے جاسکتے ہیں۔ یورپ اور ترکی کی کشیدگی کی ایک وجہ افقرہ اور ماسکو کے بدلتے تعلقات بھی ہیں۔ اگرچہ یہ تعلقات ۲۰۱۵ء میں ترکی کی جانب سے اس یوروپی لڑاکا طیارہ گرائے جانے کے بعد کافی کشیدہ ہو گئے تھے، لیکن بعد میں دونوں نے بہتر سیاسی اور معاشی تعلقات قائم کر لیے، جس کے نتیجے میں ترکی نے روسی گیس لائی اور میراکل و فناعی نظام کی خریداری کے لیے کوششیں کیں، جس کی واٹکٹشن اور نیٹو کے دیگر اتحادیوں نے سخت حمایت کی۔ کچھ لوگوں نے اس کو ترکی کے مشرق کی جانب جھکاؤ کا نتیجہ قرار دیا۔ روس ترکی تعلقات میں سب سے خطرناک بات دونوں ممالک کا آمرانہ نظام حکومت تھا، جو نیٹو اتحاد کی بنیادی القدار کے منافی ہے۔ اصل خوف یہ ہے کہ رکن ممالک کے درمیان دو طرفہ اختلافات نیٹو کو مذکور کر دیں گے، جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے روس ترکی کا خغرب

کل طور پر خاموش ہیں، لیکن آج بھی پہلے کی طرح واشنگٹن کا دونوں فریقوں پر اثر و سوچ معاطے کے عمل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے، تاکہ ماضی کی طرح نیو کوتا قابل تحلیق نہ صنانے پہلیا جاسکے۔ ٹرمپ کے ایردوال کے ساتھ ذاتی تعلقات اور خلف سے عدم دلچسپی کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں ہو سکا، لیکن جو بایدن کی سربراہی میں نئی امریکی انتظامیہ مکمل پاندیوں پر متفق ہو جائیں گے، جس کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ ترکی سمجھوتا کرنے کے لیے کس قدر آمادہ ہے۔ جب ۲۰۱۹ء میں یونان اور ترکی قبرص کے معاطے پر جگ کی پیش میں تھے تو امریکا نے فیصلہ کیا کہ دارواڈا کیا تھا اور تھنکے ساتھ مراجعت دیتے ہوئے براہ راست تصادم کو روک دیا تھا۔ اگرچہ موجودہ امریکی صدر ڈولڈ ٹرمپ بالیہ بحران میں کروارا دا کرے گی۔

(ترجمہ: سید طالب اللہ (ائز)
"Turkey's crisis with the West: How a new low in relations risks paralyzing NATO".
("warontherocks.com". Nov. 19, 2020)

اور یورپیشن اکنامک یونین جیسی تنظیمیں شامل ہیں۔ دونوں ممالک نے ۵۵ جیتنا لوگی کے حوالے سے امریکا اور غرب کی شرکت داری کو کمر در لیا، روس پر پوکارن میں مداخلت کی وجہ سے پاندیاں لگائی پڑیں۔ دونوں ممالک نے انفرادی اقدامات سط پر برل ازم کو فروغ دینے کی صلاحیت کو ممتاز کیا ہے۔ امریکا کیے شام میں روکی مداخلت سے پرتاب گھر بہو گیا کہ اسکو باقی اب بھی فوجی اور مالی حساب سے طاقتور ملک سودہت یونین کے علاوہ بھی دیگر ریاستوں کا دفاع کرے گا۔ جبکہ یہے۔ لیکن اس کا عالمی تسلط ختم ہو چکا، وہ اب ماضی کی طرح چین ایک کمر بڑا رکے بیٹھ اور روشن صوبے کے ذریعے سے زیادہ ممالک میں سرمایہ کاری کر رہا ہے، تاکہ دیگر ممالک یک طرفہ طور پر دنیا کے فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

سوال: کورونا کی دبائے عالمی طاقت کا توازن کس میں چین کا اثر و سوچ بڑھا یا جاسکے، اس منصوبے کے ذریعے چین اپنے لیے چیزوں کی تکلیف اڑات کے نئے راستے کھولنے کے طرح تبدیل کیا۔

کوئی: کورونا نے کئی رہنمائی نظام میں مزید برداشت کی تیزی کے ساتھ ساتھ موجود عالمی نظام میں مزید برداشت کی تیزی کے ساتھ مراجعت دیتے ہوئے۔ ایک عالمی رہنمائی کی حیثیت سے امریکا کی سماںکو طور پر جون ۲۰۲۰ء میں چین کے بی آر آئی میں اہم شریک ہو رہا ہے، کیا ایسا ہی ہے؟

کوئی: امریکی تسلط کا خاتمه ہو چکا۔ اس کے مسودے پر تختہ سے انکار کر دیا تھا۔

سوال: امریکا کے چین اور روس کے ساتھ تعلقات کے دوسرا ممالک زیادہ فتنہ اور حمایت کر کے ان تنظیموں میں حوالے سے بنیادی خدشات کیا ہیں؟

کوئی: چین اور روس نے امریکا کی بالادستی کوئی

کی کوششوں کو قسان بنتھی سکتا ہے۔ روایتی کو تجھرہ روم میں تحقیق کے نام پر جہاز بچھ کر کشیدگی بڑھانے جیسے اقدام سے باز رہنا ہو گا۔ یہ انقرہ کے لیے سمجھوتے کا آسان ترین راستہ ہو سکتا ہے۔ یورپی ممالک کی اس شکایت پر بھی توجہ دینی ہو گی کہ ترکی مشاورت کے بجائے خاجہ پا لیسی کے اہداف کے لیے یک طرفہ اقدامات کرتا ہے۔ ترکی کو اس طرح کے اقدام سے قبل شفافیت کے لیے مکمل مشاورت کرنی چاہیے۔ اس سارے عمل میں دو اضافی عوامل پیش میں تھے تو امریکا نے فیصلہ کیا کہ دارواڈا کیا تھا اور تھنکے ساتھ مراجعت دیتے ہوئے براہ راست تصادم کو روک دیا تھا۔ اگرچہ موجودہ امریکی صدر ڈولڈ ٹرمپ ایکی مخالفہ کرنا ہو گا، کیوں کہ اشتغال انگریزی سے مفارہت

امریکی تسلط کا خاتمه ہو چکا!

الیگز ڈر کو لے کی "کولمبیانیوز" سے گفتگو

الیگز ڈر کو لے اور ڈینیل نیکسون نے "تسلط کا سط پر برل ازم کو فروغ دینے کی صلاحیت کو ممتاز کیا ہے۔ امریکا میں جنگ عظیم دوم کے بعد سے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی صدارت تک امریکا کے یعنی الاقوامی نظام کے ارتقا کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے حوالے سے الیگز ڈر کو لے سے گفتگو کی گئی، جس کا ترجمہ یہاں شائع کیا جا رہا ہے:-

سوال: آپ کا کتاب میں کہنا ہے کہ امریکی تسلط کا خاتمه ہو رہا ہے۔ ایک عالمی رہنمائی کی حیثیت سے امریکا کی سماںکو طور پر جون ۲۰۲۰ء میں چین کے بی آر آئی میں اہم شریک ان دونوں ملک غیر مؤثر حکمت عملی اور عالمی ادارہ صحت سے یونان نے انسانی حقوق کے حوالے سے چین پر تقدیم کے یورپی دیباں کی طرفہ سے بڑھنے کے ایجاد کر دیا تھا۔

کوئی: امریکا کے دبائی کی طرح دنیا پر اچارہ دار نہیں رہا۔ آپ قوم متحدہ، عالمی ادارہ صحت اور عالمی سودہت یونین کے خاتمے کے بعد امریکا دنیا کو سب سے زیادہ میں ناکام رہا۔ اس کے بر عکس چین، جہاں سے کورونا کی عالمی بہتر مہارت اور نئے خیالات دینے والا ملک تھا، لیکن اب تمام امریکا اب ۱۹۹۰ء کے دبائی کی طرح دنیا پر اچارہ دار نہیں رہا۔ علاوه امریکا کورونا کے حوالے سے عالمی رہ عمل کو مر بوط کرنے سودہت یونین کے خاتمے کے بعد امریکا دنیا کو سب سے زیادہ میں ناکام رہا۔

کوئی: ٹرمپ انتظامیہ نے عوامی غصے کو قوم متحدہ جیسی عالمی تنظیموں سے بہتر سودے بازی کے لیے استعمال کیا۔ عالمی رہا ہے، وہ دنیا بھر میں ہنگامی طور پر صحت کے سامان کی فراہمی کی حوالے سے سب سے آگے نظر آتا ہے، اس کے ساتھ ہی معابدے اور فنڈ روکنے کی ہمکیوں کے ذریعے ان تنظیموں پر چین عوامی سطح پر کورونا کے حوالے سے یعنی الاقوامی تعاون کی زیادہ سے زیادہ کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ طریقہ کارز دست نہ صنان کا باعث بھی بن سکتا ہے، کیوں کہ ضرورت پر زور بھی دے رہا ہے۔

سوال: امریکا کے چین اور روس کے ساتھ تعلقات کے دوسرا ممالک زیادہ فتنہ اور حمایت کر کے ان تنظیموں میں حوالے سے بنیادی خدشات کیا ہیں؟

کوئی: چین اور روس نے امریکا کی بالادستی کوئی

تھنکے سے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ لبرل ڈیموکریسی اب ملکوں کے لیے ایک قابل تقلید نظام نہیں رہا۔ امریکا کے اندر قسم نے عالمی تنظیمیں قائم کیے، جن میں ایشیان افراست پر انویسٹمنٹ بینک

مداد فیجر
کمی ۲۰۲۰ء

اسرائیل کو منوانے کی مہم

ابوصاحت

اس ملاقات کی تصدیق نہیں کی تاہم دونوں کو اس بات کی خوشی ہے کہ دو ائم پیغام بھل گئے ہیں۔ پہلا پیغام یہ کہ ایران کو انتہا ہے کہ اگر اس نے اپنا جو ہری پر گرام آگے بڑھایا تو عالمی اتحاد اس سے مشتعل کے لیے تیار ہے۔ فوبر کے وسط میں جو ہری تو انکی کے عالمی ادارے نے کہا تھا کہ ایران میں یورپیم کی تجارتی صفت پر افروزہ سلاخون کا ذخیرہ ۲۰۱۵ء میں طے پانے والے بین الاقوامی معاهدے کی طے کردہ حد سے اگنا ہے۔ امریکا ۲۰۱۸ء میں اس معاهدے سے نکل گیا تھا۔ اسرائیل نے ماضی میں اپنی بارہ حکمی دہی ہے کہ اگر اسے یہ قیمت ہو جائے کہ ایران جو ہری بم بننے کی طرف گامزن ہے تو ایران کی جو ہری تھیں کو تباہ کر دے گا۔ دوسرا پیغام امریکا اور نو منتخب صدر جو بائیڈن کی سربراہی میں بنتے والی انتظامیہ کے لیے تھا۔ جب ڈنلڈ ٹرمپ نے کم و بیش چار سال قبل امریکی صدر کا منصب سنبھالا تھا تب مشرق وسطیٰ سے متعلق ان کی پالیسی کا بنیادی مقصد پیش تر در آک اوابا کے اقدامات کو ختم کرنا تھا۔ اوبا انتظامیہ نے ایران اور کمی دوسرا طاقتوں سے جو ہری معاهدہ کیا تھا۔ ڈنلڈ ٹرمپ نے معاهدے سے نکل کر ایران پر دوبارہ اقتصادی پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ ان کی انتظامیہ نے اسرائیل اور قطیعین کے درمیان بات چیت کے لیے ٹالٹیا سہولت کا رکا کر دار ترک کرتے ہوئے ان تمام فلسطینی علاقوں کو اسرائیل کا حصہ مانتے کا اعلان کیا، جن پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضہ کیا تھا۔ صدر ٹرمپ نے ایران کے خلاف سخت موقف اپناتے ہوئے سعودی عرب کو بھی خوش کیا اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو ظفر امداد بھی کیا۔ ان میں امریکا میں قیم جلاوطن سعودی تراویض امنی جمال خانجی کا قتل بھی شامل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ جو بائیڈن کے دور میں بدلا جائے کیونکہ نو منتخب امریکی صدر نے اسی سال سعودی عرب کو ”راندہ درگاہ“ تراویض کیتے ہوئے انسانی حقوق کے خراب ریکارڈ کی بنیاد پر اسے تھیا رہوں کی فروخت روکتے کی دھمکی دی تھی۔ جو بائیڈن نے ایران سے سفارت کاری دوبارہ شروع کرنے اور جو ہری معاهدے پر بات چیت کا بھی وعدہ کیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ اسرائیل اور سعودی عرب نے مل کر نو منتخب امریکی صدر کو جاتا یا ہے کہ وہ (سعودی عرب اور اسرائیل) یہ چاہتے ہیں کہ واٹکن میں اپنا سفارتی اور سیاسی سرمایہ برداشت لائیں تاکہ مشرق وسطیٰ کی امریکی پالیسی میں کچھ زیادہ تبدیلی نہ کی جائے۔ جس ملاقات کی سرکاری سطح پر اب تک تصدیق نہیں کی گئی، اس سے کم از کم اتنا تو حاصل کیا ہی جا سکا ہے۔

خاتمہ مانک پوپیو بھی سعودی عرب میں تھے، جہاں شامی حصے

میں تعمیر کی جانے والی نئی ہائی لیکٹ سٹی ”نومن“ میں ان کی

ملاقات طاقتوں سعیدی ولی عبدال محمد بن سلمان سے ہوئی۔ ایک

اور غیر معمولی بات یہ ہوئی کہ قیمتی خصیات کی ملاقات کی خبر

کی تصدیق کے لیے بائیڈن یا ہوکے ففرت کی جانے والی فون کا لاز

کا جواب تدبیح میں نہیں تھا اسرائیل کے ملکی بیسزر کی طرف

سے کسی روشن کا نہ ہوا بھی جریت اگیز تھا، جو سعودی عرب اور

اسرائیل کے درمیان تعلقات کی بات پر پا عموم پھر تے رہے

ہیں۔ بائیڈن یا ہوکے ایک معافون نے توہین میں کہا کہ اپنے

وزیر دفاع اور حزیریہ میں گینٹر کے مقابلے میں (جو صرف

سیاست کر رہے ہیں) بائیڈن یا ہومن کے لیے کوشاں ہیں!

امریکی اخبار وال ”اٹریٹ جرٹ“ نے لکھا ہے کہ سعودی

حکام نے بھی اس امریکی تصدیق کر دی ہے کہ اسرائیلی وزیراعظم

اور سعودی ولی عبدال محمد بن سلمان کی ملاقات ہوئی ہے۔ معلوم

ہوا ہے کہ دونوں نے سفارتی تعلقات استوار کرنے کے ساتھ

ساتھ ایران کے بارے میں بھی تباہک خیال کیا۔ مگر خیر، تحدہ

عرب امارات اور بھرین کی مانند (جنہوں نے حال ہی میں

اسرائیل سے سفارتی تعلقات استوار کیے ہیں) سعودی عرب

نے الحال اسرائیلی دارالحکومت میں سفارت خانہ کھولنے کے موڑ

میں نہیں۔ سعودی فرمائ رواں بن عبدالعزیز نے طویل

مدت تک ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل کے ہاتھ لگنے والے

فلسطینی علاقوں میں خود مختار فلسطینی ریاست قائم کرنے کے کام

کی حمایت کی ہے اور وہ عرب بیان انشکو کے اصولوں کے بھی

بر طانی ہر ہبے ”وی اکانومس“ نے لکھا ہے کہ

امریکی وزرا کو آخری لمحات میں بتایا گیا کہ ان کا جواہل ۲۲

نومبر کو ہونا تھا وہ ملتی کر دیا گیا ہے۔ یہ بائیڈن کا

وزیراعظم بیان میں بائیڈن یا ہوایہ پورٹ جارہے ہیں، جہاں ان

کی ملاقات اسرائیلی خیریہ ادارے موساد کے سربراہ پوسی کو، ہن

سے طے ہے، جو ان ممالک کے معاملے میں وزیراعظم کے

رابطہ کارکی حیثیت سے بھی کام کرتے ہیں، جن سے اسرائیل

کے باخاطہ تعلقات نہیں۔ رات ڈھلی تو دنوں ایک کروڑ پتی

دوست کے طیارے میں بھرہ اہر سے ہوتے ہوئے سعودی

عرب روانہ ہوئے۔ وہاں چند گھنٹے گزارنے کے بعد دونوں

اسرائیل واپس آگئے۔ چیز نظر رکھنے والے صحافیوں نے

پروازوں کا تعاقب کرنے والی ویب سائٹ پر غیر معمولی

پرواز کا نوٹ لیا اور جلد ہی دو اور دو کو جمع کیا۔ امریکی وزیر

”اب تم کام کے نہیں!“

کمیٹی برائے تحقیق و افاقت شیخ عبدالعزیز بن باز (۱۹۹۹-۱۹۱۰)

کے ایک فتویٰ کو مشہر کیا ہے، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ

”قرآن کی تعلیمات اور رحمی اکرمؐ کی سنت سے فرقہ تین گروہوں میں اہل سنت نمیاں اور ان میں اہل حدیث، انصار اللہ کے بعد اخوان اسلامیون بھی شامل ہیں۔“ شیخ عبدالعزیز بن باز نے جو کچھ کہا وہ اخوان کے بارے میں سعودی عرب کی سرکاری تعلیمیں اور خود سعودی حکومت کا موقف تھا۔ سعودی علمائے کرام کی شوری نے جو بیان جاری کیا ہے وہ بھی مکمل طور پر سرکاری موقف کا اظہار ہے۔ اب سوال یہ یہاں ہوتا ہے کہ کل تک اخوان کے بارے میں جو رائے بالکل ثابت تھی وہ اب یکسر تغییر کیے ہو گئی ہے۔

۱۹۳۶ء میں جدید سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز

ال سعود نے اخوان اسلامیون کے بانی حسن البنا کی تعلیمات سے کامل اتفاقی رائے ظاہر کرتے ہوئے اس بات پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ سعودی عرب میں عمومی سطح پر اصلاح کا عمل یقینی بنانے کی خاطر ہر سطح کے علمی اداروں کے لیے نصباب کی تیاری کا فریضہ اخوان انجام دے۔ تب ایک نئی قومی ریاست کو علمی خلائق دینے کے معاملے میں قابلی مذہبی تعلیمات ناکافی محسوس کی گئی تھیں۔

تیل کی دریافت کے بعد سعودی عرب میں جدید معاشرے کی تفہیل کے لیے شاہ عبدالعزیز سعود کو قبائلی ذہنیت ختم کر کے جدید ترین رجحانات کے مطابق معمول سوچ پروان چڑھانے کے حوالے سے اخوان کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ میسوں صدی کے اوائل میں عبدالعزیز سعود نے صاحبہ کرام کے نقوشی قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہوئے عوام کو سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف تحرك کیا تھا جبکہ خطے کے دیگر ممالک میں اس حوالے سے کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی اور تمام ممالک ایسے نظریات کی دلدل میں پھنسنے تھے جو خطے کی مشکلات کے لیے اسلامی تعلیمات کو مورودِ اراام ٹھہراتے تھے۔

عبدالعزیز سعود نے چاہ اور دیگر علاقوں کو ملک کر سعدی عرب کی تفہیل کی مگر ساتھ ہی ساتھ ان پر مختلف جو عوalon سے متعدد فرماداریاں بھی عائد ہوتی تھیں۔ عبدالعزیز سعود اور ان کے میلوں کے عہدہ حکومت میں اخوان سے کئی کام لیے

Motasem A Dalloul

گزشتہ ہفتے سعودی عرب کے چید علامے کرام کی شوری نے ایک بیان جاری کیا، جس میں کہا گیا ہے کہ اخوان اسلامیون اپنائی بُری تعلیمیں میں سے ہے اور اسلام کی بنیادوں کے لیے نظر ہے۔ یہ دوست گروہوں کا گروپ ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بیان میں مرید کہا گیا ہے کہ اخوان اسلامیون ایک ایسی گروپی تعلیم ہے، جو مخلکم (اور قانونی طور پر درست) حکومتوں کا تختہ اللہ کے لیے سرگرم رہتی ہے، تازعات کو ہادیتی ہے، غالباً کاموں کو دین کے پردے میں لیتی ہے اور تہذیب و درست گردی کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوشش رہتی ہے۔ سعودی علمائے کرام کی رائے ہے کہ اخوان اسلامیون نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مطابق درست راہ پر گامزن رہنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ طاقت اور اقتدار کا حصول یقینی بنانے پر زیادہ توجہ دی ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اخوان اسلامی دنیا کی متعدد تین تعلیمیں میں سے ہے۔ سعودی علامائی کامیابی نے اسلام کے لیے الزام بھی عائد کیا ہے کہ بہت سی درست گروپوں اخوان اسلامیون کی طبق سے ہو یہاں کوئی ہیں اور اسی کے سامنے تسلی پروان چڑھی ہیں۔ سعودی علمائے کرام کے اس بیان پر دنیا بھر میں شدید ردعمل کا تھکار کیا گیا ہے تاہم اس کے باوجود سعید عرب کے مضتی اعظم عبد العزیز اشیخ نے پناہی موقوف نہیں بدلا کر اخوان اسلامیون ایک بھنکا ہوا گروہ ہے۔

اخوان اسلامیون کے ترجمان طاعتِ فتحی نے سعودی علمائے کرام کے بیان کو غلط فراور دیتے ہوئے کہ ”اخوان کسی بھی اعتبار سے نتوء و شتر ہی نہیں“ اور اس کے برکش اخوان ایک اصلاح پسند تعلیم ہے، جو اسلام کی بنیادی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی رضا کی طالب ہے اور اس معاملے میں وہ نتوء و حد سے تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی غفلت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ سعودی مفتی اعظم عبد العزیز اشیخ کے بیان کو یکسر غلط فراور دیتے ہوئے اخوان کے ترجمان اور کارکنوں نے سعودی عرب کے سابق مضتی اعظم اور مستقل

سعودی عرب کا شاہی خاندان اسرائیل کو تسلیم کرے گایا تھیں یعنی المال پورے بیان سے کہا تھیں جا سکتا گہرہاں، اتنا ضرور ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی صورت میں سعودی عرب میں بھی غیر معمولی انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ پاکستان جیسے ممالک جغرافیائی محدود کے باوجود قلعہ طین کے معاملے میں اپنائی جدید تاریخیں کم و بیش ہیں اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ کم و بیش یہی حال بھلادیش کا بھی ہے۔ افغانستان بھی شاید ہی اس طرف جائے۔ ایسے میں اگر سعودی عرب نے اسرائیل کو تسلیم کیا تو بہت خرابی پیدا ہو گی۔ اس وقت مسلم ام کو مرکزی قیادت کی ضرورت ہے۔ یہ مرکزی قیادت سعودی عرب اور ترکی ہی فراہم کر سکتے ہیں۔ اگر ان دونوں کو ایک پلیٹ فارم تک لانے میں کامیابی حاصل ہو تو بات بان جائے۔ سر دست ایسا ممکن دھمکی نہیں دیتا۔ امریکا اور یورپ مل کر سعودی عرب اور اس کے ہم خیال علاقائی ممالک کو اپنی طرف گھیت رہے ہیں۔ گویا مسلم دنیا کو تسلیم کر کے مرکزی قیادت کی راہ مسدود کی جا رہی ہے۔

●●●

بیانیہ: امریکی سلطنت کا خاتمه ہو چکا!

ادارہ صحت کا صحبت کے حوالے سے عالمی تعاون اور معلومات کے تبادلے کے لیے کردار ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کی مختلف تعلیمیں جیو پولٹیکل مقابلے کامیابان ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے صدر رہمپ نے رواں سال کے شروع میں اقوام متحدہ میں چینی ایوروسٹخ کا مقابلہ کرنے کے لیے خصوصی نمائندے کا تقرر رکھا تھا۔ لیکن واشنگٹن فنڈ کی فراہمی روک کر اور عالمی معاهدے سے دستبردار و کران تعلیمیوں پر اپنے اثرات کو خود ہی کم کر رہا ہے۔

سوال: لبرل ڈیموکریسی کے حوالے سے صدر رہمپ کے عالمی اور علاقائی سطح پر کیا اثرات ہیں؟

کوئی: ٹرمپ لبرل ڈیموکریسی کے سلطنت کے خاتمے کی بنیادی وجہ نہیں، بلکہ انہوں نے اگر اونٹ کا عمل تیز ضرور کر دیا ہے۔ ٹرمپ نے نیپو اور مشرقی ایشیا جیسے اہم اتحادیوں کے ساتھ مذاہ رانی اور سودے بازی کا راستہ اختیار کر کے بہت تیزی کے ساتھ امریکا کو تھان پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ٹرمپ کی شعلہ بیانی اور آمر حکمرانوں کی حمایت نے عالمی سطح پر لبرل ڈیموکریسی کے اصولوں کی نفی کر دی ہے۔ عالمی اداروں اور دیگر ممالک کے لیے لبرل ڈیموکریسی قابل تلقید نہیں رہی ہے۔ (ترجمہ: سید طالوت اختر)

"Alexander Cooley discusses his book with Columbia news". ("harriman.columbia.edu". July 14, 2020)

حکمران طبقے کے خلاف کامیابی سے ہم کنار تھے کہ سعودی عرب کی قیادت میں بین کے معاملات میں مداخلت کرنے والے اتحادی اخوان سے وابستہ گروہوں اور شخصیات سے کہا کہ وہ اطاعت اختیار کریں۔ سعودی عرب نے اخوان کی کئی احمد شخصیات اور حماں کے رہنمای خالد مشعل سے رابط کر کے ان سے کہا کہ وہ سعودی قیادت میں قائم اتحاد اور بین میں اخوان کی حمایت یافت ”الاصلاح پارٹی“ کے درمیان ٹالٹ کا کردار ادا کریں۔ اس کے بعد سعودی عرب کے حقیقی حکمران ولی عہد محمد بن سلمان نے اعلان کیا کہ سعودی شہریوں پر مذہبی پابندیوں کا عہد اب فتحم ہو چکا ہے۔ یہ اس امر کا اعلان بھی تھا کہ سعودی قیادت اخوان کو مزید برداشت کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

جب جب اخوان کی ضرورت پڑتی تھی تب تب اسے مر لاما جاتا تھا، اور جب ضرورت فتحم ہو جاتی تھی تب اسے عفریت کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ سعودی عرب میں اعلیٰ ترین مذہبی ادارہ اخوان کو عفریت اور حکمران کے مآخذ کے طور پر پیش کر رہا ہے جو اس کے خلاف یک طرفہ جنگ کو درست ثابت کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ اس طبقی فکر کو اسرائیل نے سراہنے ہوئے کہا ہے کہ یہیں اسی ہی سوچ درکار ہے!

انٹریشن کا دلسلی آف مسلم اس کارروز کے یک روزی جزء ڈاکٹر علی القرداوی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ میکن نظر نہیں آتا کہ اخوان کے خلاف سعودی عرب کے ہمیں ملائے کرام نے تو ہیں آئیں جو ایک بیان جاری کیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی سوچا جاسکتا ہے کہ سعودی وزارت داخلہ نے بیان تیار کر کے اس پر علماء سے منتظر کروا لیے ہوں گے۔

قصہ مختصر، ولی عہد محمد بن سلمان کی غیر اعلانیہ قیادت میں سعودی عرب ایک بڑی بُرائی سے دوچار ہے۔ سعودی حکمران نظام کے لیے نہ بہبُ افتاد اور کوچانے اور برقرار رکھنے کا آلہ بن چکا ہے اور اس کے لیے اگر اخوان المسلمون جیسی تنظیموں کی تذمیل بھی کرنی پڑے تو کچھ ہر جن نہیں۔ مغرب اور عرب دنیا اسلام کے صہیونی دشمنوں کو دوست بنانے کی راہ میں محمد بن سلمان کے لیے کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں ہوئی جائیے۔

(ترجمہ: محمد ایم نان)

"Saudi Arabia has used the Muslim Brotherhood to exploit the religion of Islam". ("middleeastmonitor.com". Nov. 18, 2020)

اکیسویں صدی شروع ہوئی تو سعودی عرب اور اخوان اسلامیوں کے تلققات میں مزید خرابی رونما ہوئی۔ نائن الیون کے بعد سعودی عرب کو شدید دباؤ کے تحت اخوان کے خلاف جانے میں قدرے بے نقاب ہوتا پڑا۔ یہ دباؤ خاطے کے پیشتر ممالک کی طرف سے تھا، جن کا خیال تھا کہ نائن الیون کے ذمہ دار القاعدہ گروپ کو پروان چڑھانے میں اخوان نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

سعودی حکومت نے اخوان کے مالیاتی ذرائع کے خلاف کریک ڈاؤن کیا اور اس کے فلاجی ادارے بند کر دیے۔ اس وقت کے سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائب بن عبدالعزیز پر دوست گردی کے خلاف جنگ کے ایک حصے کے طور پر القاعدہ کی جزویں کاٹنے کی ذمہ داری بھی تھی۔ انہوں نے کوہت کے اخبار ”الیاست“ کو دیے گئے انٹریو میں اخوان کو خراں کا ماغنی یا جزر قرار دیا تھا۔ ترکی اور فلسطین میں اسلام پسندوں کی نمیاں انتخابی کامیابیوں کے بعد جب اخوان اسلامیوں نے غالی سطح پر نمیاں ہونا شروع کیا تب کوئی عرب نے اس سے فاصلہ بڑھانے کا عمل تیزی کر دیا۔

۲۰۱۱ء میں جب عرب دنیا اور شامی افریقا میں عوامی بیداری کی بہر دوڑی تب اخوان نے اصلاحات کا عمل شروع کیا اور اس کے نتیجے میں سعودی عرب نے اخوان کے حوالے سے تھت ترپا لیسی اختیار کی۔ مصر میں ۲۰۱۲ء کے انتخابات میں اخوان نے کامیابی حاصل کی اور محمد مریس صدر منتخب ہوئے۔ ایک سال بعد مصر کی وجہ نے حکومت کا تھت الحکومت کر محمد مریس کو قید کر لیا۔ سعودی عرب نے اس اقدام کو کھل کر سراہا اور مصر کے لیے چار ارب ڈالر کی خصوصی ادائمندوں کی۔ پھر جب مصر کی فوجی حکومت نے اخوان کو دوست گرد قرار دیا تو سعودی عرب نے اس کی پیروی کی۔

موجودہ سعودی حکمران سلمان بن عبدالعزیز نے جب شاہ عبداللہ کے انتقال کے بعد سلطنت سنبھالی تب ان کے وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفہیصل نے ایک بیان میں کہا کہ اخوان سے عوامی سطح پر ہمارا کوئی خاص اختلاف نہیں بلکہ ہمیں تو اخوان کے اندر اس چھوٹے سے گروہ سے شکایت ہے جو اپنے پریمیلیز رکس سامنے سرتیم خم کیے ہوئے ہے۔

یہ ہے اصل مسئلہ۔ سعودی حکمران اخوان کو اپنے مقاصد اور مفادات کے لیے بروئے کارالاتے رہے اور جب کام نکل گیا تو ان کی فرمائش رہی کہ اخوان ان کے اشاروں پر چلے، مطیع فرمائیں بدار رہے۔ بین میں اخوان کے لوگ وہاں کے

گئے۔ مثلاً افغانستان پر سابق سعودیت یونین کی شکرانشی کے بعد وہاں سعودیت افواج سے لانے کے لیے مجاہدین کی بھرتی اور تیاری کی ذمہ داری اخوان کو سونپی گئی۔ این محمد جبل کے مطابق اخوان نے اسلام کے اصول اخوت کے تحت یہ ذمہ داری بخوبی قبول کی۔ سابق سعودیت افواج سے لانے کے لیے مجاہدین کی بھرتی اور تیاری کا فریضہ انجام دیئے پر سعودی عرب میں اخوان کی توقیر بڑھ گئی۔ مصر میں جمال عبدالناصر اور انور سادات کے دور میں قید کیے گئے اخوان رہنمای جب رہائی کے بعد سعودی عرب پہنچنے تو ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ امّگنشن انسٹی ٹیوٹ فار نیز ایسٹ پالیسی کے لیے ایک مقامے میں محمد قندیل نے لکھا ہے کہ سعودی بن عبدالعزیز اپنے والد کے تقویٰ قدم پر چلتے رہے اور اخوان میں دوسرا سب سے بڑے قائد محمد الہیضیبی نے حسن البداء کے تقویٰ قدم پر چلتے ہوئے خوشگوار تعلقات استوار رکھے۔ شاہ فیصل بن عبدالعزیز کے عہد میں ریاضی پالیسی واضح تھی یعنی اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر اخوت کو پروان چڑھانے کا راجحان غالب تھا اور عرب قومیت کے بُن کی پوچھ کرور پڑ چکی تھی۔ یہ بُن مصر کے امر جمال عبدالناصر اور اُن کے ہم خیال علاقائی رہنماؤں نے کھڑا کیا تھا۔

یہ بُن مون زیادہ مدت تک چلا نہیں۔ سعودی حکمرانوں نے دیکھا کہ اخوان کا ترتیب دیا ہو انصاب اُن کی امگنوں اور آرزوؤں کے مطابق سعودی تعلیمی اداروں کو چلانے اور مطلوب معیار یا حراج کے طبقہ تیار کرنے میں ناکام رہا ہے۔ سعودی حکمران خاندان چاہتا تھا کہ ہر اعتبار سے مطیع فرمائی برداںلیں تیار ہو جبکہ اخوان نے مذہبی و ریاستی معاملات میں تنازع فیہ امور کے حوالے سے اختلاف رائے کے ائمہ کو اوپیت دی۔

محققین اور مشاہدین کا خیال ہے کہ ۱۹۹۰ء میں سعودی عرب کی طرف سے کوہت پر عراق کا قبضہ فتح کرنے میں کوئی کردراہا کرنے کی استعداد قابل کرنے سے اخوان کا انکار اور اس حوالے سے جدید سعودی عالم شیخ صفر الحوالی کا اس وقت کے سعودی شاہ فہد بن عبدالعزیز کو لکھا گیا خط سعودی عرب اور اخوان کے درمیان معاملات کے بُننے کی ابتدا بننے والے معاملات ہیں۔ اس کے بعد بُنی سعودی عرب کی طرف سے اخوان کو ایک بُری اور ناقابل قبول تنظیم قرار دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ تب دنیا بھر میں جدید فکر رکھنے والے مسلم علماء اخوان کی چھتری تلے جن ہو چکے تھے۔

جب سی آئی اے نے ایران کی جمہوری حکومت کا تختہ الٹا

طرح سے یہ سونے کی چیز یا ہاتھ سے نکلے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ رات کے اندر ہرے میں چھپ کر شاہ سے لٹے سے پہلے روزویلٹ نے میدان ہمار کرنے کے لیے خاصی دوڑ دھوپ کی تھی۔ امریکی اور برطانوی حکام ایک عرصے سے شاہ پر زور دے رہے تھے کہ وہ ڈاکٹر مصدق کو برطرف کر دیں، لیکن شاہ یہ قدم اخانے سے بچتا رہے تھے۔ ایک برطانوی سفارت کار نے روزویلٹ کو تہران میں تباہی: ”شاہ میں کوئی اخلاقی حراثت نہیں اور ڈران پر بڑی آسانی سے غلبہ پال پاتا ہے۔“

لیکن شاہ کے تذبذب کی وجہات واضح تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر مصدق کتنے مقبول رہنا ہیں اور اگر ان کو برطرف کر دیا جائے تو خدا شقا کر ملک بھر میں اس فیصلے کے خلاف احتجاج کی وہڑا ٹھیگی جو شاہ کا ختنہ بھی یہاں کر لے جائے ہے۔

امریکی اور برطانوی اجنبیوں نے شاہ کو زرم کرنے کے لیے ان کی جزوں تند خوبیں شہزادی اشرف سے رابطہ کیا، جو پرس میں رہتی تھیں۔ پہلے تو وہ بھی ڈانوں ڈول تھیں لیکن ایم آئی ۲ کے ہلاکارانہ ڈاربی شاہ نے ان کی خدمت میں منک کا گوٹ اور نوٹوں سے بھرا تھیا پیش کیا۔ تب کہیں جا کر شہزادی کی رفتار میں ایک سے منہا کرتی تھی، جس سے ایران کا حصہ تیار ہو گیں۔ ان کے علاوہ سی آئی اے نے اپنے ایک فوجی کمانڈر نورمن شوارڈ کوف، جو اپریانی فوج کی تربیت کرتے رہے تھے اور شاہ ان پر اعتماد کرتے تھے، کے ذریعے بھی شاہ پر اڑانداز ہونے کی کوشش کی۔ اس ساری تیاری اور ٹک دوکے بعد کہیں جا کر شاہ اور روزویلٹ کی ملاقات میں ہوئی تھی۔

برطانیہ نے پہلے تو حملہ کر کے آبادان پر قبضے کا منصوبہ بنایا، لیکن اس وقت امریکا میں ہیری ڈوہمن کی حکومت تھی، جو اس کے حق میں نہیں تھے کیوں کہ امریکا پہلے ہی کو ریا میں ایک خونی جنگ لڑ رہا تھا اور کسی اور معاملے میں ناگز اڑانے کا متحمل نہیں ہوا۔

اول ہر سے ماپس ہو کر برطانیہ یہ معاملہ عالمی عدالت انساف اور اقوام متحده میں لے گیا۔ بگرونوں جگہ سے اسے مکی کاسامنا کرنا پڑا۔ پھر اس نے غلیج میں جنگی جہاز بھیج کر ایران کا محصرہ کرنے کی کوشش کی، ایرانی قبائل خریدنے والے ملکوں کو قانونی چارہ جوئی کی دھمکیاں دیں، ہمڑا ڈاکٹر مصدق نے ہر ایسی کوشش کے جواب میں کہا، ”میں برطانیہ کو کوئی رعایت دینے پر ایرانی تیل میں فرائی ہوں ازاں یا دھمکد کروں گا۔“

جب ساری تدبیریں اٹھ گیں تو برطانیہ نے پلان لی کے طور پر خیریا بھیجی ایم آئی ۲ کے ذریعے ڈاکٹر مصدق کا تختہ

کم اور دو اگست ۱۹۵۳ء کی شب بارہ بجتے ہی ایک خرچ پر کرستے قومیاں۔ بعد میں اس کام بدل کر ایگلو ایمانیں آئیں کمپنی کر دیا گیا۔ اس کمپنی نے ایرانی شہر آبادان میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ تعمیر کیا، جو اس وقت دنیا کے سے بڑی ریفارٹری تھا۔ اسی دوران راکٹ نیوی کے سربراہ نیشن کا رکھڑی تھی۔ امریکی اس کی کمپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یہاں ایک کمپل پڑا تھا، جو اس نے اپنے اوپر ڈال لیا اور گاڑی کے فرش پر لیٹ گیا تاکہ کوئی اسے دیکھنے سکے۔

جلد ہی گاڑی ایک بڑی عمارت کے احاطے میں بیٹھ گئی۔ پورچ میں ایک دبلا پٹالا ٹھنڈ کھڑا تھا جس نے گاڑی رکھتے ہی اس کا دروازہ کھول دی۔ امریکی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دبلا ٹھنڈ سیٹ پر آبیٹھا اور امریکی کو پانچاہاتھ پیش کیا، گلڈ پونگ مسٹر روزویلٹ۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں آپ کے آئے کی توقع کر رہا تھا، لیکن آپ سے مل کر خوش ہوئی۔

روزویلٹ نے جواب میں کہا، ”گلڈ ایونگ پر مجھی، مجھے خوش ہے کہ آپ نے لمبے عرصے بعد بھی مجھے پہچان لیا۔ اب مجھے معاملات طے کرنے میں آسانی ہوگی۔“

اس امریکی کا پورا نام کرمت روزویلٹ تھا، جب کہ اس کے پاس کار کی سیٹ پر ایران کے ۳۲ سالہ بادشاہ محمد رضا شاہ پہلوی بیٹھتے تھے۔ روزویلٹ امریکی سی آئی اے اور برطانوی خلیفہ ادارے ایم آئی ۲ کے بنائے ہوئے منصوبے کے تحت چاہتے تھے کہ شاہ ایران کے جمہوری طور پر منتخب وزیر اعظم ڈاکٹر محمد مصدق تھا۔

ڈاکٹر مصدق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے دور میں ایران کے سب سے تعلیم یافت ٹھنڈ تھے۔ وہ پہلے ایرانی تھے جنہوں نے کسی پورپی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی تھی۔ وہ ایک عرصے سے ایرانی سیاست میں سرگرم تھے، اور ان کے سیاسی اجنبیوں میں ایران کا یہ وہی طاقتوں پر انحصار تھم کرنا سر فہرست تھا۔ ایک طویل جدو ججد کے بعد ۱۹۵۱ء اپریل ایم آئی نے ایران کی قوی آئی بھلی مجلس نے ۲۷۔۱۲ کی اکثریت سے ایران کا وزیر اعظم منتخب کر لیا۔

مصدق کے اقتدار میں آئے کے کچھی عرصے بعد مجلس نے بھاری اکثریت سے ایک قرارداد مظہور کی، جس کے تحت ”آبادان“ کی ریفارٹری کو ایران نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ ایران کے اس عمل پر برطانیہ کا پارہ ساتویں آسمان تک چڑھ گیا۔ وہ کسی Counter coup: The Struggle for Control of Iran پر تلتے ہوئے تھے؟ وجہ بڑی سادہ اور پر کارچی۔

امیریکا اور برطانیہ کیوں ایک جمہوری حکومت کا تختہ الٹا پر تلتے ہوئے تھے؟ وجہ بڑی سادہ اور پر کارچی۔

۱۹۰۸ء میں ایگلو پر شین آئی ایک برطانوی کمپنی نے ایران کے خودستان صوبے میں تیل کے وسیع ذخیرہ دیا اپنے کریمی اکثریت کے خیر سن کر کھا تھا، پری خانے سے آیا ہوایہ تھا۔ یہ چرچ میں نے خیر سن کر کھا تھا، پری خانے سے آیا ہوایہ تھا (A prize from fairly-land beyond our wildest dreams)

دیا جا رہا تھا۔ کچھ کام لگا کارکشا ف فرمائے تھے کہ وہ دراصل اندر سے بر طانیہ سے ملے ہوئے ہیں اور انہوں نے تبل کی صنعت کو قومیا کر ایران کی بادی کے عہدناے پر دھنٹل کر دیے ہیں۔ یہی نہیں، کئی کالمی آئی اے کی جانب سے لکھائے گئے تھے، اور مدیر انہیں اپنے اپنے اخباروں میں جوں کا توں چھاپنے پر ایک دھرے سے بازی لینے میں سرگرم تھے۔ ایک روپورٹ کے مطابق تہران کے تین چوتھائی اخبار اس سازش میں شریک تھے۔

سی آئی اے کے ایک الکارچہ ڈاکٹرم نے اس واقعے کے کئی برسوں بعد ایک اشرونیوں میں بتایا: ”میں کوئی بھی کالم لکھتا وہ اگلے دن ایرانی اخباروں کی زینت بن جاتا۔ اس سے یہی قسم کی طاقت کا حساس و تاثرا۔ ان کالوں میں صدقہ کو کیونٹوں کے ساتھ سازباز کرنے والا اور جو نویں ثابت کیا جاتا تھا۔“

ملاتا سے قبل روزویلٹ نے شاہ کو پیغام بھجوادیا تھا کہ وہ امریکی صدر آئزن ہاؤر اور بر طانیوی وزیرِ اعظم چرچل دونوں کی طرف سے ان سے ملنے آ رہے ہیں، تھی جا کرشاہ اندر ہیری رات کے پردے میں چھپ کر ہونے والی ملاقات کے لیے راضی ہوئے تھے۔

روزویلٹ نے گاڑی میں بیٹھے شاہ کو بتایا کہ اگر وہ واقعی تسلی کرنا چاہتے ہیں کہ بر طانیہ ان کے پیچھے کھڑا ہے تو چرچل نے انتقام کیا ہے کہ اگلی رات بی بی ای پٹائی نشیرات ختم کرتے وقت ”اس وقت رات کے ۱۲ بجے ہیں“ کی وجہے ”اس وقت رات کے ٹھیک ۱۳ بجے ہیں“ کہے گا۔

شاہ کی تسلی تو ہو گئی، مگر انہوں نے جواب میں صاف صاف کہہ دیا کہ وہ کوئی مہم جوئی نہیں کرنا چاہتے ہے اور صدقہ کو چھپنے والوں کے چھپنے کو چھپنے کے مترادف ہو سکتا ہے۔ روزویلٹ نے شاہ کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر انگلیاں ٹیڑھی کر لیں۔ انہوں نے شاہ کو دو لوگ الفاظ میں بتایا کہ اگر صدقہ کو عہدے پر برقرار رہنے دیا گی تو ایران ”دوسرا کو ریا“ بن جائے گا اور غربی طائفیں کی صورت میں ایسا نہیں ہونے دیں گی، اور اگر شاہ نہ مانے تو روزویلٹ اسی وقت ایران سے پلچار کیلے گے اور ”کوئی اور راستہ“ اختیار کرنے پر مجبو رہو جائیں گے۔ کوئی کے ذکر میں یہ دھمکی پوشیدہ تھی کہ ابھی چھپلے ہیتھی امریکا اور کو ریا کی جگہ قدم ہوئی تھی، جس میں ۳۰ سے ۳۰ لاکھ لوگ ہلاک اور کروڑوں متاثر ہوئے تھے۔ اس ڈھنگ سے کے ساتھ روزویلٹ نے گاہر بھی پیش کر دی۔ اگر شاہ اس منصوبے میں ان کا ساتھ دیں تو بطور شاہ ان کے

قوم پرست ہونے کے ناطے ہر قسم کے مارکسٹ اور سو شلخت خیالات سے تنفس تھے اور انہوں نے صرف سیاسی آزادی کے طور پر اس پارٹی کو قائم رہنے کی اجازت دے رکھتی تھی۔ امریکی لوہا گرم تھا، میں چرچل کے چوت لگانے کی دیر تھی کہ آئزن ہاؤنے پالیسی میں کاملا کلپ کی مظہری دے دی اور سی آئی اے کو حکم ملا کہ کسی بھی قانونی یا غیر قانونی طریقے سے ڈاکٹرم صدقہ کا پیغام صاف کر دیا جائے۔

کرم روزویلٹ سابق امریکی صدر روزویلٹ کے پوتے تھے۔ سی آئی اے کی قیادت سے گرین سکل ملنے کے بعد وہ امریکا سے لبنان پہنچے، وہاں سے پذریعہ کار شام میں داخل ہوئے اور دشمن سے سی آئی اے کے ایک اور ایجنس کے ہمراہ عراق سے ہوتے ہوئے ایران میں داخل ہو گئے۔ اپنی کتاب میں وہ لکھتے ہیں کہ خاٹن نامی سرحدی چوکی پر تینات ایرانی امگرینش الہکار کی انگریزی و افغانی کا یہ عالم تھا کہ اس نے روزویلٹ کا پاسپورٹ دیکھ کر اپنے رہنمی میں ان کا نام ”مسٹر سکار آن ان افور ہیڈ“ (Scar on the forehead) یعنی ”مسٹر ماتھے پر زخم کا نشان“ درج کیا۔

تہران پہنچتے ہی روزویلٹ کام میں بھٹ کے۔ ان سے قتل وہاں سی آئی اے اور بر طانیوی خیبر ایجنٹی آئی ۲۶ نے ”اپریشن ایجنس“ (Ajax) کے نام سے ڈاکٹرم صدقہ کے خلاف غوب دھماچوکری مجا رکھی تھی۔ ایجنس ایک قسم کا کپڑے دھونے والا پاؤڑا ہے، اور اس اپریشن کے مخصوص سارے اسی طرح سے ڈاکٹرم صدقہ کا صفائیا جاہتے تھے جیسے ایجنس کپڑوں سے میں نکال باہر کرتا ہے۔

تاریخ دان اسٹیون کنزرا اپنی کتاب ’آل دا شاہزاد‘ میں لکھتے ہیں کہ ایک طرف سی آئی اے نے جزل فضل اللہ زادہ کو ایک لاکھ ڈالر دے کر ڈاکٹرم صدقہ کی جگہ اگلا وزیر اعظم بننے پر راضی کر لیا تھا، تو دوسری جانب آپریشن ایجنس کے ڈالروں کی مدد سے تہران میں ہر طرف آگ لگ دی۔ ان کی گمراہی میں گلی گلی میں سی آئی اے اور ایم آئی ۲۶ کے قندڑ مظاہر ہے ہور ہے تھے، جن میں ہر قسم کے کنٹے، اشٹی، بدمعاش، حتیٰ کہ پہلوان تک حصہ لیتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں شاہ کی تصویریں اور لبوں پر شاہ زندہ باداً اور نرگ بر صدقہ کے نظرے ہوتے تھے۔

دوسری طرف ”لغافہ بردار صحافی“ اخباروں میں بڑھ چڑھ کر ڈاکٹرم صدقہ اور ان کی پالیسیوں کے پرچھ اڑا رہے تھے، جن میں انہیں نہ صرف کیونٹ کیا بلکہ یہودی نسل سے قرار وہ کیونٹوں سے بھر دی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹرم صدقہ کے کیونٹوں کی طرف جھکا کو کی تحقیقت یہ ہے کہ اس وقت ایران میں جزوی توجہ ایران کے نام سے ایک چھوٹی سی کیونٹ پارٹی موجود تھی ایکن ڈاکٹرم صدقہ کثر

الٹنے کی شان لی۔ لیکن وہ یہ کام اسکے نہیں کر سکتے تھے، انہیں دنیا کی سب سے طاقتور خیبر ایجنٹی آئی اے کے وسائل اور مہارت کی ضرورت تھی۔ ایک بار پھر ڈیمو کریٹ پارٹی سے تعقیل رکھتے والے صدر رژو میں آڑے آئے۔ وہ ایران کے لیے نہ ہم گوشہ رکھتے تھے اور انہیں یہ غرض بھی تھا کہ اس طرح ٹکوئیں گرانا آگے چل کر اتنا سی آئی اے کے لیے غلط مثال قائم کر دے گا۔ اتفاق سے اسی سال امریکا میں صدارتی انتخابات منعقد ہوتے تھے۔ قانون کی رو سے ٹرو میں حصے لکھتے تھے، لیکن اسی دوران امریکا کو کوریا میں خفت کا سامنا کرنا پڑا تھا، جس کی وجہ سے ٹرو میں بہت غیر مقبول ہو گئے تھے۔ انہوں نے سیاست سے الگ ہو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ نومبر کو انتخابات منعقد ہوئے اور بر طانیہ کی کمزوریوں پارٹی سے کئی پالیسی معاملات پر اتفاقی رائے رکھتے والے ریپبلکن پارٹی سے والبستہ سابق جزر اور دوسری جنگ عظیم کے ہیر ڈوڈاٹس آئزن ہاؤنے پر ۸۹ کے مقابلے پر ۴۲۴ کی لینڈ سلائیڈ فتح حاصل کر لی۔

چرچل اسی موقع کی تاک میں تھے۔ ابھی آئزن ہاؤر کو اقتدار نہیں بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ ”بآہمی دھمکی کے امور“ پر گنگلوکے لیے امریکا آن پہنچے۔

امریکا کو اس میں کوئی دھمکی نہیں تھی کہ بر طانیوی تیل ایران پی گیا ہے، البتہ امریکی عوام اور قیادت دونوں کی بڑی تعداد نہ آبادیا تی نظام ہی کے خلاف تھے۔ اسی کو مدد نظر رکھتے ہوئے گرگ باراں دیدہ چرچل نے پیغمبر ابلا اور زعیم منتخب صدر آئزن ہاؤر اور اور ڈس برادر (جان ڈس جنہیں آئزن ہاؤر نے وزیر خارجہ اور ایلین ڈس، جنہیں سی آئی اے کا ڈاکٹرم نامزد کیا تھا) سے ملاقات کر کے انہیں باور کروایا کہ ڈاکٹرم صدقہ دراصل چھپے ہوئے کیونٹ ہیں اور انہیں ہرید اقتدار میں رہنے دیا تو ایران پکے ہوئے سبب کی طرح سوہیت پیونین کی جھوٹی میں جاگرے گا۔

اس زمانے میں امریکا میں مذہ زور کیونٹ مخالف ہر چل رہی تھی اور میکار تھی ازم کا دور دورہ تھا۔ اسٹنی کیوزم جذبات اسے ”وائز“ تھے کچاری چیلین جیسے عظیم لیجندلا کا امریکی دیزار منسون خ کر دیا گیا، کیوں کہ ان کے بارے میں شبہ تھا کہ وہ کیونٹوں سے بھر دی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹرم صدقہ کے کیونٹوں کی طرف جھکا کو کی تحقیقت یہ ہے کہ اس وقت ایران میں جزوی توجہ ایران کے نام سے ایک چھوٹی سی کیونٹ پارٹی موجود تھی ایکن ڈاکٹرم صدقہ کثر

کے گھر کو ہجھرے میں لے لیا۔ یوں ایرانی وزیر اعظم معزول ہوئے اور ایرانی جمہوریت کی کوئی پینچھے سے پہلے ہی پکل دی گئی۔ شاہ، جو اس وقت روم کے گزری ہوئی ڈُوپھی دیباً میں سی آئی اے کے خرچ پر بیٹھے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، باڑی پلتے دیکھ کر راگست کو خود بھی پہن آئے۔ ہوا ای اڑے پر اور اڑے سے شہر جانے والی سڑک پر سیکروں معاہوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا، شاہ زندہ باد کے نعرے لگائے اور ان کی شاہی گاڑی پر گلاب کی پیتاں چھاہو کریں۔ کہا جاتا ہے کہ سب نہیں تو اکثر حاضرین کی مٹھیاں گرم تھیں۔ سی آئی اے کے ڈاڑی کی تھریں ڈس شاہ ایران کے ہمراہ تھے۔

جزل زاہدی نے نئے وزیر اعظم کے عہدے کا طف اٹھایا۔ ڈاکٹر مصدق پر غداری کا مقدمہ چلا، اور ظاہر ہے غداری کی مزاومت ہوتی ہے، سوٹی، مگر شاہ نے ازراہ ہمدری اسے تین سال کی قید تھی اور بعد ازاں گھر پر عمر بھر کی نظر بندی میں بدل دیا۔

کرمث روزویلٹ کا ایران میں کام فتح ہو گیا تھا۔ وہ کسی فتح پسے سالار کی سی شان سے اصریکا کا پہنچے اور واکٹ ہاؤس میں صدر آئزن ہاؤ کوس کامیاب آپریشن پر بمقفلگ دی۔ فائیور اسٹار جرزل آئزن ہاؤر، جو واقعی پسے سالار تھے اور دوسری جنگ عظیم کے دوران پورپ میں اتحادی ہونج کے پریم کمانڈر رہ چکے تھے، اور انہوں نے اس جنگ کے دوران لاکھوں نہیں، کروڑوں لوگوں کو سرتے اور ملکوں کو کھنڈر بنتے دیکھا تھا، اس کامیابی پر جیران اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ انہیں اچنچھا تھا کہ جو کام فتح ہیں کمر تو بجاں ومالی نقصان اٹھا کر کرنی ہیں، وہ سی آئی اے نے اتنے کم خرچ میں ایک بھی امریکی جانی نقصان کے بغیر کر دکھایا۔ گویا اردو ہمارے کی رو سے، ”پینگ لگے نہ سکھری، رنگ بھی جو کھا آئے۔“

اگلے برس سی آئی اے نے گوئے مالا کے صدر ہا کو یو آر بیز کی جمہوری حکومت کا تختہ اسی آزمودہ فارموں کے تحت اٹھا، پھر پیا اگوئے کی باری آئی اور بھر، اور پھر اور بھر۔

اور ہاں، ہم ایگلو ایرا نین آنکھیں کا تو بتانا ہی بھول گئے۔ یہ صحیح کی بھولی اگلے سال شام ڈھلے ہی ایران لوٹ آئی، البتہ اب کی باراں نے ایک کنسوٹیوں کا چولا پکن کر اپنا نام نہیں پہنچوئیں رکھ لیا تھا۔

بریش پیٹرولیم آج بھی قائم و دائم ہے۔ فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ اس کی سابقہ شاہانہ چک دمک بر قرار نہیں رہی، پھر بھی اس کا حال یہ سالانہ پوینٹس ۲۸۰ مارٹ ڈاٹر کے لگ بھگ ہے۔

سے جا ری ہے اور اس کے مختلف مرحلے ہیں۔ حکمران بن کر وہڑے سے ڈھنے کے زور پر ملک چلا سکیں پر ویگنڈ اجاری ہے تاکہ کان کی مقبولیت میں دراثیں ڈالی جائیں۔ دوسرہ: شاہی فوجی دستے مصدق کی برطانی کافرمان لے کر ان کے پاس جائیں گے۔

تیسرا: جزل فضل اللہ زاہدی شاہ کی طرف سے بطور وزیر اعظم تقریق قول کر لیں گے۔ روزویلٹ نے شاہ کو بتایا کہ مصدق کی برطانی کافرمان تیار ہے، شاہ نے صرف اس پر دھنخڑ کرنے ہیں، بقیہ ساری تیاریاں کھلیں ہیں۔

شاہ نے سوچ بچار کی مہلت مانگی اور روزویلٹ کو اگلی رات دوبارہ سمجھیں آئے تو کہا۔ اس کے بعد روزویلٹ اور شاہ کی کئی ملاقاتیں اسی وقت اور اسی جگہ ہوئیں اور بالآخر شاہ دھنخڑ کرنے کے لیے تیار ہو گئے، لیکن انہوں نے روزویلٹ کے سامنے ایک شرط رکھ دی، وہ دھنخڑ کرتے ہی تہران سے نکل کر سیدھے شہابی شہر اس پر جائیں گے، جہاں ایک طیارہ تیار کرنا ہو گا تاکہ ”اگر حالات خراب ہو گئے تو ملکہ اور میں بقداد کے لیے پرواز کر جائیں۔“ شاہ اگلے روز فرمان پر دھنخڑ کے بغیر راسر چلے گئے تاہم فرمان وہاں پہنچا گیا اور انہوں نے اس پر دھنخڑ کر دیے۔

سی آئی اے اور ایم آئی ۶ کی مشترک سروڑ محنت ٹکانے لگی۔ اب آپریشن آنکھیں کے اگلے مرحلے عمل کا وقت آگیا تھا۔ ۵ اگست کی صبح کریں نعمت اللہ نصیری فرمان لے کر ڈاکٹر مصدق کی رہائش گاہ پہنچے۔ ڈاکٹر مصدق نے یہ کہہ کر فرمان صدر د کردیا کہ شاہ کے پاس انہیں معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ تاہم جزل زاہدی نے اعلان کر دیا کہ مصدق معزول ہو۔

چھے ہیں اور اس وقت ملک کے اصل وزیر اعظم وہ ہیں۔ لیکن اس دوران میں جلوں نکلنے لگے۔ چاروں سوچ ملک افرانزی کی دھندر میں لپٹا رہا۔ لائنیں یافتہ ہوا بارہ رہم رضا شاہ پہلوی، جو اس رکی محفوظ دوڑی سے واقعات پر نظر رکھے ہوئے تھے، گز برسوں گھنٹے ہی اپنی دوسری شاہ بانو شیریا اسٹنڈیاری بختیاری کے ہمراہ خود جہاڑا اڑا کر پہنچا اور پہنچا دیا۔ اسی بھی دن ملکوں کی فوجیں اپنے مکاں میں نیپر لیئی صورت حال برداشت نہیں کر سکتیں، اس لیے فوجی یہ کوں سے نکل آئے، اور ۱۹ اگست کو ملکوں کے ایک دستے نے ڈاکٹر مصدق

اختیارات میں اضافہ کر دیا جائے گا اور وہ مطلق العنان حکمران بن کر وہڑے سے ڈھنے کے زور پر ملک چلا سکیں گے اور کوئی پاریمان یا جمہوری مجلس ان کے رنگ میں بھگ ڈالنے کے قابل نہیں رہنے دی جائے گی۔

سی آئی اے کو علموم تھا کہ ایران میں ملا کتنے طاقتور ہیں اور انہیں اعتماد میں لیے بغیر کوئی کام ممکن نہیں۔ اس وقت ایران کے چوٹی کے آئیت اللہ علام مصطفیٰ کاشانی تھے جو شعلہ بیان مقرر تھے اور ملک کے طول وعرض میں ان کے مانے اور چاہنے والے موجود تھے۔ اس کے علاوہ وہ مجلس کے ایک بھی تھے اور تیس کی صحت کو قومیانے کے بڑے حاوی اور استعمار خلاف رہنمای تھے۔ روزویلٹ نے ان کی خدمت میں وہ ہزار ڈالر (آج کے ۷۰ ہزار ڈالر) کا تھنچ بھجتا تو ملا کاشانی کو پیڑن لے کر مصدق کے خلاف تندیز تیز مہم شروع کرنے میں وہ نہیں گی۔

امریکی پے روں پر ایک اور با رسونخ ملا کاشانی آئیت اللہ محمد بہہانی بھی تھے۔ ایرانی محقق علی رہمنا اپنی کتاب Coup in Iran behind the 1953 میں لکھا ہے کہ آئیت اللہ محمد بہہانی کے ذریعے بلوائیوں میں ڈالر تیسیم کیے جاتے تھے، اس حد تک کہ ان ڈالروں کو نہیں بہہانی ڈالر کہا جانے لگا۔

امریکی اور برطانوی ایجنٹوں نے اسی دوران کی اعلیٰ فوجی افسران کو بھی خرید لیا تھا۔ تہران پولیس کے سربراہ جزل افسار طوس کے ہاتھ ان بکاؤ ایرانی حاکم کی فہرست آگئی، لیکن اس سے پہلے کہہ حركت میں آتے، برطانوی ایجنٹوں نے انہیں تسلی کروادیا۔ افسار طوس پر بدترین تشدد کیا گیا، پھر انہیں پچھائی بھی دی گئی اور گولی بھی ماری گئی۔ اس کے بعد ان کی تشدد زدہ لاش شہر کے ایک چوک میں پھینک دی گئی۔ ہمیں نہیں، اخباروں نے ان کی بری طرح سے منځ لاش کی تصویر پہلے صفحے پر شائع کی تاکہ ایک طرف دشت پھیلی تو دوسری طرف ڈاکٹر مصدق کی حکومت پر اعتماد نہیں ہو جائے کہ جو حکومت اپنے پولیس چیف لٹنیس پچاسکتی، وہ عام شہر پوں کو یا تھنڈادے گی۔

ایم آئی ۶ کے ہلکا روزن ڈارلی شاڑر نے خود ایڈ آف ایمپائر نامی ٹیلی ویژن سیریز کے لیے ۱۹۸۵ء میں ایک اٹرزویو میں امداد اپ کیا تھا کہ افسار طوس کو ایم آئی ۶ نے تسلی کیا تھا۔ یہ ڈارلی شاڑر کی چھوٹے موٹے ہلکا رٹنیں بلکہ ایم آئی ۶ کی جانب سے آپریشن آنکھیں کے سربراہ تھے اور انہی نے شہزادی اشرف کو اپر ان جانے پر مائل کیا تھا۔ آدھی رات کی ملاقات میں روزویلٹ نے رضا شاہ کو بتایا کہ اس وقت ایران میں آپریشن آنکھیں پورے زورو شور

بنگلہ زبان تحریک۔۔۔ بگاڑ کا نقطہ آغاز

پروفیسر ڈاکٹر سید جبار حسین

بائیں بازو کے رجھات رکھنے والے دوستیں پی افسران کا جادو چلا تھا، بائیں بازو کے لوگوں کی بہت افزائی اور دائیں بازو کے افراد کو نظر انداز کرنے کی پیام اور منظوم کوشش شروع ہو گئی تھیں۔ دائیں بازو والے تو انظامیہ کے نزدیک گھرے گھرے اعجمیں لوگ تھے جن کی نظر یہ پاکستان سے تکلیف دہ حد تک وفاداری مسائل کو حل کرنے کے بجائے پڑھاری تھی۔ ایک صاحب، منیر چودھری، الافاظ گوہر کے راز داں اور خاص گماشتے تھے اور انہی کے ذریعہ شرقی پاکستان کے سارے سرخوں کا الافاظ گوہر کے ساتھ رابطہ تھا اور انہی کے تو سط سے حکومت کو یقین دلایا گیا ہو گا کہ دائیں بازو والوں کے خلاف پھیلائے جانے والے شکوہ و شہادت بے نیاد ہیں۔ یا شاید یہ کوئی اچھے کی بات نہیں کہ الافاظ گوہر خود اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ انعام کارپاکستان کو بالآخر خروث ہی جانا ہے۔ الافاظ گوہر نے ایوب خان کے ساتھ یقینی وفاداری سے کام کیا ہو گا مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دائیں بازو کے ایک واثور کی حیثیت سے انہوں نے پاکستان مختلف نظریات کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی ہو گی۔ الافاظ گوہر کے ریکارڈ پر ایسی کوئی شہادت نہیں ہے جس سے نظریہ پاکستان یا اسلام سے اُن کی عقیدت اور وابستگی کا اظہار ہوتا ہو۔ ذاتی طور پر وہ ایک پڑھنے لکھنے، باصلاحیت اور نصیحت مگر اخلاقیات سے عاری انسان تھے۔ اپنی ملازمت کے ابتدائی دنوں میں جب وہ مشرقی پاکستان میں ڈپٹی سیکریٹری تعینات تھے، ریاستی شباب کی حیثیت سے بڑا نام کیا۔ تھائی لینڈ کے ایک شفافی طالعے کی رکن خاتون کے ساتھ ملوث ہونے پر تو اُن کو جان چھڑانا مشکل ہو گئی تھی۔ زبان زد عالم ہے کہ حکومت کو ان کی جان بخشی کے ملے میں ٹھیک خاک معادضہ دینا پڑا گیا تھا۔

اخلاقی معاملات میں کمزوری سی ایس پی حقوق میں کبھی بھی بُری بات نہیں سمجھی گئی۔ اس لیے اس تلحظہ اور تھک کے بعد بھی الافاظ گوہر ترقی کی راہ پر گامز نہ رہے۔ مکر کی حکومت میں تباولے کے بعد وہ اپنے ماحولوں کی خاطر خواہ تحداد مشرقی پاکستان میں چھوڑ گئے جن میں زیادہ تر افراد شراب و شباب کے ریاستی اور بائیں بازو سے وابستہ تھے۔ الافاظ گوہر نے ان کو ماپس بھی نہیں کیا۔ وہ اپنے ”دوستوں“ کو بھولتے نہیں تھے۔ جب ایوب حکومت میں ان کو ایک باختیار حیثیت حاصل ہو گئی اور وہ عملًا پاکستان پر حکمرانی کرنے لگے تو ان کے یاروں کے ہمراہ آگئے۔ صدر مملکت کی تھانی میں کھانا اور

لگے۔ زبان کے نام پر بننے والی ہر یادگار بالا لحاظ اس کے کر کش کی ٹھکل کشم فرش اور عربیاں علمتوں کو نمایاں کرنے والی ہو، نوجوانوں کے نزدیک ایک ایسے نشان کی حیثیت اختیار کر گئی جو پر اسرار مگر مقدس اور زبردست امکانات کا حامل ہو۔ پاکستان کی تکمیلی کو خطرے میں ڈالنے والی اس تحریک کے خلاف کوئی موثر اقدام نہ اٹھانے کی ایک وجہ خود صاحبان انتخیار بھی تھے۔ انظامیہ کے ذمہ دار افسران اور روز راسیت مسلم لیگ کی نمایاں شخصیات سب کسی نہ کسی طرح سافی تحریک کے جرائم سے آلوہ ہو گئی تھیں۔ ڈاکا کا یونیورسٹی کے اساتذہ پوری طرح طلب کے ساتھ تھے۔ اُن میں سے بعض اساتذہ نے اعز اف بھی کیا کہ ۲۱ فروری کی تحریک کو منظم کرنے میں انہوں نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے طلبہ کی بہت افزائی جاری رکھی، اسے فلسفیانہ نیازدار فراہم کی اور بگالی قوم پرستی کو عقیدے کی حیثیت سے پروان چڑھایا۔ نوجوان سی ایس پی افسران بھی اسی ہمدرمہ فرضی سے سیراب ہو رہے تھے۔

شوئی قسست، بگالی زبان کی تحریک میں حصہ لینے والے نوجوان بطوری ایس پی افسران بھرتی کیے جانے لگے۔ اس لیے کہ حکومت مشرقی پاکستان نے اپنے سیکریٹریوں کے مشورے پر طے کر لیا تھا کہ اس تحریک میں حصہ لینے کا مطلب پاکستان سے غداری نہیں سمجھا جائے گا۔ ساری شہروں کو اور کیا چاہیے تھا۔ ریاست کے خلاف ساری شہروں میں بھرپور شرکت، طالب علم کی حیثیت سے پاکستان کے خلاف جذبات کا اظہار، یا کہنے بھر بھی ریاست کے معاملات میں شریک اور یہ ریاست جس کو اپنے تباہ کرنے کے درپے تھے۔ آپ کی ساری خطائیں معاف، جو کچھ کیا مخلص جوش جوانی تھا! اسٹریے کے ایک احسان، اُن پار میں سے ایک تھے جنہوں نے ۱۹۴۸ء میں قائد اعظم کی تھیں کی تھی، نصف ایس پی افسر تعینات کیے گئے بلکہ ۱۹۴۷ء میں جزوی میکن خان نے وفاقی سیکریٹری مقترن کیا۔ ملک دشمن کا روا یہوں کا کیا خوبصورت انعام تھا! مسٹر رب جو نظریہ پاکستان کے خلاف ہر زہ سرائی کرنے والے کی حیثیت سے جانے مانے تھے، وہ بھی اسی طرح مشبور سیکریٹری مقترن کر دیے گئے۔ یہ تقریبات مانوق الفطرت اور دیومالائی طرز کی پر اسرار جو لیا نہ رسم کی تھیں کرتی چلی گئیں۔ ان تقریبات میں حصہ لینے والے نوجوانوں کو اہمیت ملے گئی اور ان کے نام اس طرح مشبور ہوئے گے جو کسی اور طریقے میں ملک نہیں تھا۔ ان میں سے وہ جو رائج تھیں وہیں رکھتے تھے، اپنی زندگی ہامی بنانے کے لیے ان رسمات سے جذباتی اور نفیتی تکمیل حاصل کرنے

بنگلہ زبان کی حمایت میں چلنے والی تحریک اتنی موثر اور پُر کش ثابت ہوئی کہ جماعت اسلامی جیسی دائیں بازو کی جماعت بھی اس کے دام میں آگئی۔ اُن کا اور ان جیسے بعض دوسرے لوگوں کا خیال تھا بگالی کو سرکاری زبان بنانے میں خرچ ہی کیا ہے۔ ہر زبان کی طرح بگالی بھی ایک شفافی ورشہ ہے اور جو لوگ بگالی بولتے ہیں، اُن کی مادری زبان کو پاکستان کی سیاسی زندگی میں وہ مقام ملتا چاہیے جس کی وہ مستحق ہے۔ لیکن بات اتنی سادہ نہیں تھی۔

ایک وقت ایسا بھی تھا جب وقت کی بخش پر ہاتھ رکھنے والے محسوس کرنے لگے تھے کہ بگالی کے حق میں بھڑک اٹھنے والے جذبات کے پیش نظر اگر زبان کے معاملے میں ذرا رعایت برقرار لی جائے تو شاید بگال کو گام دی جاسکے۔ مگر یہ سوچ صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اس مسئلے میں ملنے والی ہر رعایت کو سازشیوں نے اپنی قیمت جانا اور نہ موم مقاصد کے اگلے مرحلے کی طرف بڑھنے والا ایک قدم سمجھا۔ بالا لحاظ اس کے کہ طبلہ کے جذبات کو ختم کرنے کے لیے کیا کچھ کیا گیا، دمکن کی پیش قدمی جاری رہی۔

نورالامین حکومت کی طرف سے بگالی کے نفاذ کی مدد کو محس کرنا کرنے کی شہم دلانہ کوششوں کے باوجود یہ تحریک پہلی جلی گئی۔ ۲۱ فروری کو پولیس فائزگ سے بلاک ہونے والوں کے نام پر عوامی مقامات پر شہید بینار اور یادگاریں تعمیر ہوئے لگیں۔ تعلیمی اداروں پر خاص توجہ دی گئی۔ ہر اسکول اور کالج کے اپنے اپنے شہید بینار تھے جن کو ہر سال ۲۱ فروری اور دیگر خاص موقعوں پر نہ ہی جوش و جذبے کے ساتھ تھیں پیش کی جاتی تھی۔ حکومت کی مدد سے چلنے والے تعلیمی ادارے بھی اس کھیل میں شامل کر لیے گئے۔ یہ تقریبات مانوق الفطرت اور دیومالائی طرز کی پر اسرار جو لیا نہ رسم کی تھیں کرتی چلی گئیں۔ ان تقریبات میں حصہ لینے والے نوجوانوں کو اہمیت ملے گئی اور ان کے نام اس طرح مشبور ہوئے گے جو کسی اور طریقے میں ملک نہیں تھا۔ ان میں سے پتا نہیں کیوں، مگر ہر حال حقیقت یہی ہے کہ صدر ایوب خان پر جب سے الافاظ گوہر اور قدرت اللہ شہاب جیسے

کی سینفل ایگزیکٹو میکٹی اردو اور بھالی کے پانچ یا سات نمائندوں اور علاقائی زبانوں کے تین نمائندوں پر مشتمل ہو۔ تجویز بظاہر بڑی بے ضرر تھی مگر مجھے اندازہ تھا کہ اس تجویز کے منظور ہوتے ہی باسیں بازو والے شورچا دیں گے کہ مشرقی پاکستان کو اس کے حق کے مطابق نمائندگی نہیں ملے۔ اس لیے کہ اردو اور علاقائی زبانوں کا مطلب تھا مغربی پاکستان! جو شرقی پاکستان کے پانچ یا سات دوڑوں کے مقابلے میں کل ملا کر چودہ یا سولہ دوڑ ہو جاتے۔ مسٹر جیم الدین اور مسٹر غلام مصطفیٰ تو یہ نکتہ اٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے، مجھے ہی زبان کھوئی پڑی۔ میں نے بڑی آہنگ سے مسٹر شہاب کو بتایا کہ اگر ان کی تجویز منظور ہو گئی تو مشرقی پاکستان میں خلافاً رہ رکھیں سامنے آئے گا۔ میرے اس اعتراض پر وہ بھونپکھرے گئے اور انہوں نے اپنی تجویز کا تبادل جاننا پاہا میں نے گزارش کی کہ انہر کو بھر حال ایک شم سیاسی تنظیم کی حیثیت حاصل ہو گی، اس لیے ہمارے لیے بہترین راستہ یہ ہے کہ ہم دونوں صوبوں کے درمیان مساوات (Parity) کے اصول کو اختیار کریں۔ اس طرح کسی غلط بھی کے پیدا ہونے کا امکان کم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور انتظام گلڈ کے امتحن کو داغدار کر دے گا اور اس کا چنان مشکل ہو جائے گا۔

میرے منہ سے ابھی الفاظ خشم بھی نہیں ہوئے تھے کہ مسٹر شہاب ایک دم کھڑے ہو گئے۔ وہ مارے غصتے کے کپکار ہے تھے۔ انہوں نے میری طرف انگلی اخھانی اور دھاڑے، ”میاں، آئندہ پیری میں کی بات نہیں کرنا۔ پچھلے دس برسوں میں جو کچھ بھی غلط ہوا ہے، پیری میں کے نام پر ہی ہوا ہے۔“ جملہ مفترضہ کے طور پر عرض کردہون کہ قدرت اللہ شہاب اس وقت صدر ایوب خان کے سکریٹری ہرزل تھے اور ان کی طاقت اور اثر و رسوخ کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

آن کے دو بدو آتا ”آئنل مچھے مار“ کے مترادف تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے الفاظ نے ان کو برآجھیت کر دیا ہے لیکن پسپا کی کا مطلب انصاف کا ”جھیکا“ تھا جو مجھے منظور نہیں تھا۔ میں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ جب تک وہ اپنی تجویز میں مناسب تر تیم نہیں کرتے، میں اس پورے عمل میں فریق بننے کو تیار نہیں ہوں۔ میر اتنا کہنا تھا کہ وہ غصتے میں بھڑک اُٹھے اور اواک آؤٹ کرنے کی دھمکی دی۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ وہ جو چاہیں کریں کہیں مگر ان کی تجویز مجھے منظور نہیں ہے۔ اس سے مشرقی پاکستان کی صورتحال مزید خراب ہو گی اور ان لوگوں کے

لانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس لیے کہ پریس اور انتظامیہ سب دشمنوں کے لئے تھا۔ کسی باہر کے آدمی کو یہ ساری باشیں مقفلگتی ہوں گی۔ لکن تم طرفی کی بات تھی کہ اسلام اور نظریہ پاکستان سے وابستگی رکھنے والی حکومت جو ایک طرف تو اپنے جنیادی نظریے کے خلاف ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کر رہی تھی تو وہ طرف وہی حکومت ایسی سرگرمیوں کو پرانچے ہماری تھی، جس کے نتائج خود اس کے لیے ناقابل قول تھے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے روزنامہ ”دیک پاکستان“ اور پریس ٹرست کے دوسرے اخبار ”مارنگ نیوز“ کی فائلوں کا مطالعہ کافی ہو گا۔ جہاں تک ”مارنگ نیوز“ کا تعلق ہے، وہ غیر بھالی (یعنی پاکستانی) قوم پر تیک کا پرچار ک تھا مگر صرف ادارتی صفات تھیں۔ جہاں تک خبروں اور کاملوں کا تعلق ہے، انہیں بھالی روپوڑوں نے زہر سے بھر دیا تھا۔ غیر محسوس طریقے سے، جھوٹ بول کر، مغربی بازو کے علم اور احتصال کی کہایاں سن کر مغربی پاکستان کو سارماں راج کے طور پر نمایاں کیا تھا۔

دوسرے صاحب، جن کا میں نے ڈکر کیا (وہ بھی باسیں بازو والوں کے لیے اتنے ہی مقید ثابت ہوئے جتنے الٹاف گوہرا!) قدرت اللہ شہاب تھے۔ اردو کے ایک افسانہ نویس! جو ہر وقت اپنے گرد واد واد کرنے والوں اور خوشامدیوں کا محظاً چاہتے تھے۔ یہ کسی بھی اپنے خص کو با اختیار پوزیشن پر برداشت نہیں کر سکتے تھے جو ان سے آنکھ میں آنکھ ملا کر بات کرے۔ وہ اُسے ہوا کر ہی دم لیتے تھے۔ انہوں نے ہی ایوب خان کو، وائزروں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے رائٹر زکلڈ کا آئینہ دیا تھا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں باس نہیں کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں لکھاریوں کی اکثریت غریب ہے، اور بیویوں کی سر پرستی کے لیے بننے والی سرکاری انجمن یا ٹک مقاصد حاصل کر سکتی تھی مگر یہاں کھیل ہی کچھ اور تھا۔ مسٹر شہاب کے ذاتی نظریات کی وجہ سے رائٹر زکلڈ بہت جلد خروں کا گڑھ ہے ہی۔

مجھے وہ کافی اچھی طرح یاد ہے جس میں بھلی دفعہ گلڈ جانے کا باقاعدہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہ ہنوری ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے۔ میں مشرقی پاکستان کی نمائندگی کرنے والوں میں شامل تھا اور دیگر دو مشرقی پاکستانیوں کے ساتھ گلڈ کی دستور ساز کمیٹی کا ممبر نامزد ہوا تھا۔ مسٹر جیم الدین اور سر جوم غلام مصطفیٰ مشرقی بازو سے میرے دوسرے ساتھی تھے جبکہ مسٹر ایوب الحسن بلور مبصر شریک تھے۔ قدرت اللہ شہاب نے تجویز کیا کہ گلڈ

اُسی میں چھید کرنے کے اپنے ذمہ مقصود کو بروئے کار لانا آئن کا وظیرہ تھا۔ حکومت پاکستان کے قائم کرده پریس ٹرست آف پاکستان نے بنگالی روزنامہ ”دیک پاکستان“ کا اجرا کیا جس میں پہنچنے کر سرخوں کو بھرتی کیا گیا۔ ہر وہ شخص جو بنگالی زبان پر عور رکھتا ہے، ان استغواروں، حوالوں، تجویز ووں اور کہہ مکر نہیں کو دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہے کہ کس طرح ایک سرکاری اخبار کے دریجے خود حکومت کی ناک کے نیچے پاکستان کے خلاف ہم چلا گئی۔

یہ ساری باتیں حکومتی مشینری اور انتظامیہ کے علم میں

باقیہ: ایریوان کی قیادت میں عالمی سطح پر ابھرتا ہوا تکی!
ایریوان کے طرزِ عمل کو کھوں کر رکھ دیا، وہ اپنے ایجادے کو آگے بڑھانے کے لیے خطرہ مول لیتے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ وہ نیویں میں ترکی کے اہم کردار کی وجہ سے سچ جائیں گے اور مقابل فریق بھی اپنی قدم اٹھانے سے کریز کرتا ہے۔ اسی لیے ایریوان اب تک کامیاب ہوتے آئے ہیں۔

دوسری جانب ایریوان کو ترک میڈیا اپنے قومی مفاہمات کے لیے لانے والے رہنماء کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس وقت جب ترک معیشت بدانتظامی اور کرونا کی وبا کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار ہے، ایریوان کو اپنی بقا یقینی بنانے کا یہ موقع مل گیا ہے۔ ترکی کی خارجہ پالیسی کو مقامی سیاست کے لیے استعمال کرنا غلط ہے۔ ایریوان نے خوفناک حد تک میں الاقوی سطح پر بدناہی حاصل کر لیے ہے، وہ ایک ایسے رہنماء ہے، جس کی خواہشات اور مطالبات پر نظر رکھتی ہو گی۔ یہاں تک کہ ان کا معاونہ مغرب میں روس کے پوتاں اور جنین کے ڈی جن گنگ کے ساتھ کیا جانے لگا ہے۔ یہ تینوں دنیا میں آمریت کی مثال بن کر ابھرے ہیں۔

ایریوان ضرورت پڑنے پر حساب کتاب اور بہتر طور پر کام کرتے ہیں، لیکن مغربی رہنماؤں کے لیے مسئلہ بننے ہوئے ہیں، وہ اپنے گھر میں خوش آمدیوں میں گھرے ہیں، جہاں کوئی ان کے خلاف بات نہیں کر سکتا۔ وہ اس وقت اس را پہچلتے رہیں گے جب تک انہیں روک نہیں دیا جاتا۔ اگر پاندیاں اور رکاوٹیں ان کو سمجھوں کرنے پر مجبور کر کی ہیں تو وہ کوئی نیا محاوہ کھوں یہتھیں، کیوں کہ وہ ایک متجہول رہنماء ہنا چاہتے ہیں، وہ ہمیشہ لڑائی میں ایک قدام آگے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حریفوں اور تھادیوں کو یقین رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔
(ترجمہ: سید طالوت اختر)
"How Erdogan muscled Turkey to the center of the World stage". ("cfr.org". October 30, 2020)

”مفت“ کی وبا

سید عرفان احمد کامیابی

مفت راش، مفت روئی، مفت دستروان، مفت منٹ، مفت واوچر نے پوری قوم کو اپنے ہمراں میں گرفتار کیا ہوا ہے۔ زندگی میں ہر شخص، ہر معااملے میں ”مفت“ کی علاش میں ہے۔ اس مزاج نے پوری قوم کو ہونی طور پر ”مخدور“ کر کے رکھ دیا ہے۔ جسمانی طور پر مخدور قوم اپنے ہو سکتی ہے، بگڑتی طور پر مخدور قوم؟ قوم ہو یا فرد، آپ کو دو قسم کے مراج ملیں گے: معمار یا مخدور۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی تربیت کر کے انھیں معمار ان امت کے کردار کا اختاب کرنے والا بنا دالا۔ لیکن، آج کے ہم دردان قوم نے افراد قوم کو مخدور ان امت میں تبدیل کر دیا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مستقل سنت یہ تھی کہ آپ نے بھیک کی بیخ کنی کی۔ ایسا کوئی عمل جس سے ”بھیک مراج“، کوتوقیت ملتی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا۔ سیرت نبوی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ خود قرآن پاک سے ہمیں بڑی واضح ہدایت ملتی ہے کہ ہم ہر چلتے پھرتے اپنے غیرے کے ساتھ صدقہ خیرات نہ کریں، بلکہ پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ پوشیدہ افراد کو صدقہ کریں جن کے بارے میں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ یہ ضرورت مند ہیں۔

قوموں کے زوال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی اکثریت، مخدور اور معمار میں سے کس کردار کا اختبار کرتی ہے۔ آج مسلمانوں کے زوال کے بڑے اسباب میں سے یہ بھی ایک سبب ہے جس کی وجہ میں آپ کو معاشرتی، معاشری، سیاسی، علمی... ہر شےبے میں دکھائی دے گا۔ چنانچہ ہم اپنے بہتر مستقبل کے لیے بھی دوسروں کی پالیسیوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

مفت کے مراج نے مفت دستروان ہی کو پر وان نہیں چڑھایا، ہماری سیاست اور سیادت بھی اسی وارس سے متعدد ہے۔

ہاتھ میں ایک تھیار آجائے گا جو شرقی پاکستان کے ساتھ مسلسل ایمازیرتے کی بات کرتے ہیں۔ یہ جانے کے بعد کہ میں اپنے موقع سے پیچھے نہیں والائیں ہوں تو انہوں نے جنجلہ کو شرقی پاکستان کو ایگر کیوں کیتی میں اکثریت کی پیشکش کی اور کہا کہ برادری کی بات نہیں کرو۔ میں نے بھی ترکی بہتر کی جواب دیا اور اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ مسٹر شہاب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسکے پڑ گئے ہیں۔ بالآخر انہیں مساوات (Parity) کے اصول کو مانتا پڑا اور شرقی اور غربی پاکستان کے لیے گیارہ گیارہ مبروں کا فیصلہ ہو گیا۔

میں اس موقع کو اس لیے نہیں بھلا سکتا کہ مسٹر جیسیم الدین اور مسٹر غلام مصطفیٰ کی طرف سے مجھے حمایت نہیں ملی، حالانکہ مجھے پتا تھا کہ کمیٹی کے اجلاس سے باہر آتے ہی خاص طور پر مسٹر جیسیم الدین وہ پہلے شخص ہوں گے جو قدرت اللہ شہاب کی تجویز پر واپسیا چاہئیں گے اور اسے غربی پاکستان کے نواب امیانی مراج کے ثبوت کے طور پر پیش کریں گے۔ جبکہ اندر انہوں نے زبان تک نہیں کھوئی۔ اس کے بعد جب جیسیم الدین کا ناظم نظر پوچھا گیا تو انہوں نے شہاب کی تجویز کی تائید کی حالانکہ وہ خود کو بھالی بیشنلزم کا چمپن گردانے تھے۔

ظاہر ہے میں سوائے اٹھار افسوس کے کر بھی کیا سکتا تھا۔ یہ واقعہ اس طرح کے عمومی واقعات کی نمائندہ مثال تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرقی اور غربی پاکستان کے تعلقات کو آہستہ آہستہ کیسے زہر آلو دکایا گیا۔ بنکیوں کی عادت تھی کہ وہ اس وقت آواز لندن نہیں کرتے تھے، جب کوئی غلط کام ہو رہا تھا۔ بلکہ پیچھے پیچھے آپس میں کانا پھوسی زیادہ کرتے تھے۔ پھر سارش، ایماز اور ناصافی کا شور بلند کر دیتے تھے۔ موجودہ واقعہ میں بھی، اگر قدرت اللہ شہاب کی تجویز منتظر ہو جاتی تو بڑی مخصوصیت سے اپنی مظلومیت کا روتا روتے لیکن اب جبکہ میں نے ان کی تکلیف پر آواز اٹھانے کی ذمہ داری لے لی تو یہ اپنے مخصوص انداز میں مسٹر شہاب کی خوشامد میں لگ گئے اور اس طرح ظاہر کرنے لگے کہ جس جگہ یہ واقعہ پیش آیا تھا، وہاں ایک عظیم یادگار تیسری کی جائے گی۔ تقریباً دو میٹر بعد جب مرکزی حکومت کو احساس ہوا کہ صوبائی حکومت کی سرگرمیاں حد سے بڑھ رہی ہیں تو اس نے روک ڈالنے کی کوشش کی تھی تیر کا متوشروع ہو چکا تھا۔

حوالہ: کتاب ”ٹکست آرزو (جب پاکستان دولت ہوا)“۔
ناشر: اسلامک رسچ آرکیو، کراچی



اور وہاں پر عوامی لیگ کے کرتا دھرتا تھے۔ میں نے مذکورہ واقعہ جان بوجہ کر ذرا تفصیل سے بیان

کیا ہے، تا کہ اندازہ ہو سکے کہ پاکستان میں کیوں معاملات ایک ایک کر کے ہاتھ سے نہتے چلے گے اور کس طرح خود غربی پاکستانیوں کے تعاون سے بائیں باز و کے عاصرا پیمان اقتدار میں داخل ہو گئے۔ اس واقعہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ زبان کی تحریک کیوں زور پکڑتی چل گئی۔ اس لیے کہ اسے غذاؤ خود مرکزی حکومت سے فراہم کی جا رہی تھی۔ مجھے ان معاملات کا کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا، جس کے لیے ہمیں بھالی تحریک کے ابتدائی دور میں جانا پڑے گا۔

۲۱ فروری کے واقعہ کی پہلی سالگرہ نہبتا خاموشی سے گزر گئی تھی اور اس کا چشم دیدیں خود تھا۔ حکومت کی طرف سے جلوسوں کو روکنے کے لیے مکمل انتظام تھا اور لگتا تھا کہ کسی بھی گروہ کو کچھ کے لیے حکومت پوری طرح تیار ہے۔ لیکن ۲۱ فروری ۱۹۵۲ء تک سب کچھ بدل پکھا تھا۔ بہت بڑے پیلانے پر قاریب کا انتظام کیا گیا تھا۔ حکومت نے ان کو روکنے کے لیے یونیورسٹی پر دھا دیوں کو طلب کی ایک بڑی تعداد کو کلاس روم سے گرفتار کر لیا۔

اس موقع پر پولیس افسران کے جذبات کا تھنا محسوس کیا جاسکتا تھا۔ ایک طرف تو وہ سرکاری ڈیوٹی کی وجہ کر طلب کی بے درودی سے پہنچ کر رہے تھے اور گرفتار بھی کر رہے تھے تو دوسری طرف وہ ان کے ”عظیم متصدِ“ کی وجہ سے ان سے ہمدردی بھی محسوس کر رہے تھے۔

۱۹۵۲ء کے عام انتخابات کے بعد بھالی زبان کی تحریک اگلے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ ان انتخابات کے نتیجے میں مسٹر نورالامین اور ان کی مسلم لیگ کا اتفاق یا ہو گیا اور ان کی جگہ جگنو فرنٹ کی حکومت اقتدار پر فائز ہو گئی۔ جھتو فرنٹ میں عوامی لیگ، اے کے فضل الحق کی کرشمک پر جا پارٹی اور بعض دوسرے گروپ شامل تھے۔ انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ۲۱ فروری کو عام تعطیل کا اعلان کر دیا اور وحدہ کیا کہ جس جگہ یہ واقعہ پیش آیا تھا، وہاں ایک عظیم یادگار تیسری کی جائے گی۔ تقریباً دو میٹر بعد جب مرکزی حکومت کو احساس ہوا کہ سے تجاوز کیا تھا۔

قدرت اللہ شہاب نے پہلے تین سال گزرنے پر مجھے ایگر کیوں کمیٹی کی رکنیت سے ہٹا کر اپنے بدل لے لیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے مجھے آدم بھی ادبی اتحادات کے بھروسے پہنچ سے بھی ہٹا دیا۔ میری جگہ اکٹر سرور مرشد کو نامزد کیا گیا جو اس وقت (۳۷ء میں) راجشاہی یونیورسٹی کے وائس چانسلر